معیار: علمی و تحقیقی مجلّہ، شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، جلد:۲، شمارہ:۱ جنوری-جون ۲۰۱۰ء

ملتان اور نواح کے قریشی خاندان کا ایک علمی تذکرہ

تألیف: شیر محمد بن محمد عابد قریشی باقرپوری / مقدّمہ و تدوین: عارف نوشاہی

ہم یہاں عباسی قریشی خاندان کا ایک مختصر تذکرہ پیش کر رہے ہیں جو اباً عن جدٍّ موضع باقرپور سیورائی میں آباد تھا، لیکن اس کے افراد جنوبی پنجاب کے مختلف شہروں اور قریوں ملتان، اوچ، بہاول پور، فاضل پور، حضرت والا اور اللہ آباد میں بھی سکونت پذیر رہے۔ اس خاندان میں صدیوں سے تحصیل و تدریس علم اور تصنیف و تألیف کی روایت چلی آ رہی تھی جو بارہویں صدی ہجری/انیسویں صدی عیسوی تک جاری و ساری تھی اور یہ تذکرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ تذکرہ، جس کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے، مولوی شیر محمد قریشی ہاشمی باقرپوری نے ۱۲۱۸ھ/ ۴-۱۸۰۳ء میں تصنیف کیا۔ اس کا قلمی مسودہ، اختر اللہ آبادی کا ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو لکھا ہوا، میاں مسعود احمد جھنڈیر صاحب کے کتب خانہ واقع سردار پور جھنڈیر، تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی میں موجود ہے۔[1] میاں صاحب موصوف نے، جو خود عباسی قریشی ہیں، اس نسخے کا عکس مجھے دیا اور اس پر کام کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس پر تعلیقات لکھنے میں بھی میں نے میاں صاحب کے کتب خانہ سے استفادہ کیا ہے۔ جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔

مؤلف اور اس کے خاندان کے بارے میں تذکرے سے مأخوذ معلومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مؤلف اور اس کا خاندان

تذکرہ کے مؤلف کے والد مولوی محمد عابد (م: ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء) چھوٹی عمر میں ہی باقرپور سے ملتان آ گئے تھے اور یہاں مولوی حاجی یار محمد مدرّسِ ملتان کے شاگرد ہوئے۔ کسب علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اپنے خسر شیخ اسد اللہ شہید کی متروکہ جائیداد اور مکانوں کو اپنے تصرّف میں لا کر ملتان میں سکونت اختیار کر لی۔ اپنے حقیقی بھائیوں کی وفات اور ملتان پر افغان حکام کے قبضے کے بعد، افسردہ ہو کر اوچ قادریہ چلے گئے۔ وہاں اپنے بہن بھائیوں اور دیگر خاندان والوں کی تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ اوچ کے سجادہ نشین مخدوم گنج بخش صاحب حسنی حسینی جیلانی بن مخدوم عبد القادر نے ان سے **مشکوۃ شریف** کا درس لیا تھا۔ چندے بہاول پور میں بھی رہے۔ آخر اپنے آبائی وطن باقرپور مراجعت کی اور یہاں بھی اپنے بیٹوں اور خاندان کے دیگر بچے اور بچیوں کی تعلیم میں مصروف رہے۔ وہیں شعبان ۱۱۸۲ھ/ دسمبر ۱۷۶۸ء میں وفات پائی اور موضع آستانہ (مضاف باقرپور) میں مولوی شاہ محمد کی قبر کے سرہانے دفن ہوئے۔

مولوی محمد عابد کے تین بیٹے تھے جو تینوں اس زمانے میں ملتان میں پیدا ہوئے جب مولوی صاحب وہاں متوطن تھے۔

بڑے بیٹے کا نام ابو الحسن (وفات: ۱۹ رمضان ۱۲۱۳ھ/ ۲۴ فروری ۱۷۹۹ء، مدفون اللہ آباد)، تھا جو والد کی وفات کے وقت ۱۵ سال

کے تھے، گویا ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے تھے۔ طبع عالی تھی اور جرأت موروثی۔ علمی محفلوں اور مناظروں میں مشکل عبارتوں کا مفہوم خوب کھولتے۔ ان کے دو بیٹے **محمد عابد** اور **مؤمن علی** تھے۔

ان سے چھوٹے خود مؤلف -شیر محمد- ہیں جنھوں نے والد کی وفات کے وقت اپنی عمر ۱۳ سال بتائی ہے، اس حساب سے تقریباً ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ مؤلف نے حافظ محمد اسماعیل ساکن ڈیرہ غازی خان سے **تلویح** اور **شرح مواقف** پڑھی تھی۔ مؤلف تدریس پیشہ تھے۔ انھیں مشکل مسائل اور متداول کتب پر حواشی لکھنے کا بہت شوق تھا اور طبیعت اس طرف خوب راغب تھی۔ **حواشی قال اقول**، **حاشیہ بر شیخ الاسلام تلویح**، **لباب شرح خلاصۃ الحساب**، **شرح محمد معما**، **تحفۃ الرسول فی شمائل** وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ان میں سے بعض تصانیف علمائے عصر دیکھ چکے تھے۔ ان کی ایک اور فارسی تحریر **نسب نامۂ شیر محمد** کی دو قلمی نقلیں بھی موجود ہیں، جس کی افتتاحی عبارت یہ ہے: الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ یہ ان کا نسب نامہ ہے اور ایک طرح سے ہمارے پیش نظر تذکرہ کے موضوع سے راست متعلق ہے۔ نسب نامہ کی یہ دونوں نقلیں میر زاہد حسین، صادق آباد، رحیم یار خان کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ ایک نقل بقلم نور محمد بن مولوی عزیز اللہ ساکن داعو والا، مکتوبہ ۹ محرم ۱۳۵۸ھ، ۱۸ صفحات ہے۔ دوسری نقل اسی نسخہ سے حکیم محمد نظام الدین متخلص نظامی نے ۱۳۹۴ھ میں تیار کی، ۳۲ صفحات۔[۲]

مولوی محمد عابد کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام مولوی فرید تھا، جن کا ایک بیٹا محمد علی تھا۔

تینوں بھائی اکتساب علم کے لیے بہاول پور چلے گئے کیوں کہ اس وقت ملتان سکھوں کے قبضہ میں تھا۔ تینوں نے **شرح مواقف** تک تعلیم حاصل کی تھی جو اس زمانے میں تعلیم کی آخری کتاب سمجھی جاتی تھی۔ ہیئت، حساب، اصطرلاب اور جفر جیسے علوم غریبہ سے بھی تینوں بہرہ ور تھے۔ تینوں نے تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے خاندان کے بچوں کو پڑھانے کی طرف خاص توجہ دی۔ بہاول پور کے اعیان نے متداول کتابیں انھی سے پڑھی تھیں۔ ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء میں یہ تینوں بھائی بہاول پور سے باقر پور کے مضافات میں واقع فاضل پور نقل مکان کر گئے۔ یہ گاؤں علی مراد خان داود پوترہ کا آباد کردہ تھا۔ اس وقت علی مراد کے بیٹے سکندر خان اور میر محمد خان اس علاقے کے حاکم تھے، انھوں نے ان بھائیوں کی خدمت کی اور ان سے کچھ علم بھی سیکھا۔

۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء میں مؤلف اپنے بھائی مولوی فرید کے ساتھ تیمور شاہ درّانی کے اس لشکر میں شامل تھے جو ملتان فتح کرنے آیا تھا۔ اس لشکر کے ہاتھوں سکھوں کو شکست ہوئی اور ملتان ایک بار پھر اسلام کے تصرّف میں آگیا۔[۳]

فتح ملتان کے بعد مؤلف نے ملتان جا کر اپنی موروثی جایداد کے کاغذوں کی ملکیت کی تجدید کروائی۔

چند سال بعد جب افغان لشکروں کی سندھ آمد و رفت سے فاضل پور غیر آباد ہو گیا تو ان بھائیوں نے سیورائی کے نزدیک موضع بورک کے کنوؤں پر مکانات تعمیر کیے، مسجد بنائی اور اس کا نام ''قریۂ حضرت والا'' رکھا۔ وہاں بھی بہت سے لوگوں نے ان سے کسب علم کیا۔

داود پوتروں کی مسلسل لڑائیوں سے تنگ آ کر، سب بھائی اہل و عیال سمیت ۱۲۱۲ھ / ۹۸-۱۷۹۷ء میں قریۂ حضرت والا سے اللہ آباد چلے گئے۔

مؤلف نے اپنی اور اپنے بھائیوں کے درمیان اتحاد اور الفت کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔ تینوں بھائی اپنے اہل و عیال سمیت ہر جگہ اکھٹے نقل مکان کرتے، اکھٹے رہتے۔ خود مؤلف کے بیان کے مطابق: ''الحمد للہ، خدا تعالیٰ نے والد صاحب کی وفات کے بعد اب تک تینوں بھائیوں میں سکونت، معاش، مجاورت مسجد اور اکتساب علم کے معاملے میں اتحاد اور محبت یکساں رکھی ہے۔ ایسا اتفاق زمانے میں نادر ہی ہوگا۔''

مؤلف کے تین بیٹے تھے:

بڑے بیٹے خیر محمد ۱۲۰۳ھ/۸۹-۱۷۸۸ء میں اوچ بخاریہ میں پیدا ہوئے۔ اکثر کتب اپنے والد اور چچا سے پڑھیں۔ اس تذکرہ کی تصنیف کے وقت **تلویح** پڑھ رہے تھے اور تقریر و تحریر خوب تھی۔

دوسرے بیٹے ابوالفتح ۱۲۰۶ھ/۹۲-۱۷۹۱ء میں قریۂ حضرت والا میں پیدا ہوئے۔ اس تذکرہ کی تصنیف کے وقت **ایساغوجی** اور **متوسط** کتب درس پڑھ رہے تھے۔

تیسرے بیٹے محمد طاہر ۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے اور اللہ آباد میں سکونت پذیر تھے اور تذکرہ کی تصنیف (۱۲۱۸ھ) کے وقت ناظرہ قرآن پڑھتے تھے۔

مؤلف کے حقیقی جدّ قاضی محمد عادل (مدفون سیت پور) فقیہ تھے۔ ان کے بھائی قاضی امام الدین (مدفون باقر پور) محمد شاہ بادشاہ (۱۷۱۹-۱۷۴۸ء) کی طرف سے پرگنہ اوچ کے قاضی مقرر ہوئے تھے اور اوچ مغلیہ میں رہتے تھے۔ اس وقت اوچ بخاریہ اور اوچ قادریہ کی اپنی عملداری نہ تھی، ان کے ایک بیٹے قاضی کریم داد (مدفون اوچ قادریہ) بھی اوچ کے قاضی رہے۔ مؤلف کے چچا مولوی غلام مصطفیٰ نے انھیں معزول کروا کر قضا اپنے نام لکھوالی تھی، لیکن بعد میں پھر انھی کے حوالے کر دی۔

مؤلف کے نانا کا نام شیخ اسد علی شہید تھا۔ یہ شیخ مومن علی بن مولانا ابوالخیر کے بیٹے اور مولانا ابوالفتح ملتانی کے پڑپوتے تھے۔ صاحب علم تھے۔ شیخ اسد علی کی شادی شیخ عمر قریشی فاروقی مفتی ملتان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اسد علی ملتان میں رہتے تھے۔ مؤلف کے والد مولوی محمد عابد نے ان کی بیٹی سے شادی کرنے کے بعد ملتان میں سکونت اختیار کی تھی جس کی ایک وجہ مادری جائیداد پر اپنا قبضہ بحال رکھنا بھی تھا۔ شیخ اسد علی کی قبر اسی کنویں پر ہے جہاں مولانا ابوالفتح دفن ہوئے۔

شیخ اسد علی کے خسر، شیخ عمر ملتانی، فقیہ تھے۔ ان کے لطائف و ظرائف ملتان اور نواح میں مشہور تھے۔ پتا نہیں کیا ہوا کہ بدعات اور مسکّرات میں پڑ گئے اور اسی میں ساری عمر گذار دی۔ اپنی وفات سے چالیس روز قبل تائب ہوئے۔

قاضی محمد عادل کے بیٹے اور مؤلف کے چچا، مولوی غلام مصطفیٰ (وفات: ۱۱۷۶ھ/۶۳-۱۷۶۲ء، مدفون اوچ قادریہ)، بچپن ہی میں اپنے چچا زاد مولانا شاہ محمد کے علمی مرتبہ پر رشک کرتے ہوئے ملتان آ گئے تھے۔ یہاں مولانا استاذ الکل حاجی یار محمد عرف گاذر ملتانی[۴] کے شاگرد ہوئے۔ حافظہ ایسا تھا کہ **صرفِ بہائی** سے لے کر **عضدی** تک ہر سبق اوّل تا آخر حافظے میں تھا۔ علوم منقول و معقول میں مہارت رکھتے تھے۔ فن تقریر و تحریر میں اپنے معاصر علما سے فائق تھے۔ علم تواریخ و سیَر میں تبحر حاصل تھا۔ نواب عبدالصمد خان (نظامت: ۱۷۱۳-۱۷۳۷ء) کی مجلس میں علما سے مباحثہ کرتے تھے۔ فارسی اس خوبی سے بولتے کہ سننے والے انھیں اہل فارس تصور کرتے اور جب عربی بولتے تو لوگ انھیں خالص عرب سمجھتے تھے۔ اوچ اور ملتان کے نواح میں ان کی علمی خوبیوں کا چرچا تھا۔ سچ بولنا اور کلمۂ حق کہنا ان کا شیوہ تھا۔ ایک دن احمد شاہ درانی کے سردار جہان خان کی مجلس میں مخدوم شیخ راجو سید بخاری حاکم سیت پور کے ساتھ حاضر تھے۔ جہان خان بہت جابر تھا اور ہندوستان میں تاخت و تاراج کرتا اور لوگوں کو قیدی بنا لیتا تھا۔ علی مراد داود پوترہ کو اس کے روبرو پیش کیا گیا۔ جہان خان نے علی مراد سے غضب ناک ہو کر پوچھا: ”یہ تمہارے ہاں کیا بُری رسم ہے کہ جب ہم یلغار کرتے ہوئے آتے ہیں تو تم لوگ ڈر کے مارے اپنے بیوی بچوں کو قتل کر کے خود بھاگ جاتے ہو، آخر ہم بھی مسلمان ہیں، اگر تمہاری عورتیں ہمارے ہاتھ لگ جائیں تو کیا مضائقہ ہے، کس مذہب میں

انھیں مارڈالنا جائز ہے؟'' کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ سب اکابر حاضرین چپ سادھے بیٹھے رہے۔ آخر مولوی غلام مصطفیٰ نے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے جواب دیا: ''اے سردار، انھیں مارڈالنا شرع میں جائز ہے، فتاویٰ تاتارخانیہ میں آیا ہے جو کوئی ظالموں اور کافروں کے خوف سے اپنی عورتوں کو مارڈالے یا جلا ڈالے، جائز ہے۔'' سردار نے پوچھا: کیا ہم ظالم اور کافر ہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا: ''ہاں''۔ سردار نے کہا کہ ہم بادشاہ کے بندے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا: شاہ ظالم اور کافر ہے۔

مولوی صاحب کے شاگردوں میں اوچ شریف کے سجادہ نشین صاحب مخدوم گنج بخش اور ان کے والد مخدوم عبدالقادر بھی شامل تھے۔

سلوک کی منازل حضرت سیّد موسیٰ جیلانی کی راہ نمائی میں طے کی تھیں۔

مولوی غلام مصطفیٰ نے اپنے خاندان کا ایک تذکرہ لکھا تھا جو بھکر سے ملتان تک بکھرے ہوئے قریشیوں-عباسیوں کے حالات اور ان کے انساب کی صحت وسقم پر تھا۔ ہمارے مؤلف-شیر محمد-کو اس تذکرے کے محض چند ورق ہی دست یاب ہوئے جو انھوں نے بلفظہٖ ہی اپنے تذکرے میں نقل کردیے ہیں۔ مولوی غلام مصطفیٰ کے مصنفہ تذکرے کے دستیاب اوراق سے یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ ان کے وہ عباسی اسلاف جو قصبہ ماتھیلہ میں سکونت پذیر تھے، ان کی تواریخ ولادت ووفات بھی لکھی گئی تھیں، لیکن ضایع ہو گئیں۔

مولوی غلام مصطفیٰ نے بہت عمدہ کتب جمع کر رکھی تھیں جو ان کے بیٹے نے ضایع کر دیں۔

قاضی محمد عادل کے دوسرے بیٹے اور مؤلف کے چچا مولوی عبداللہ (مدفون باقرپور) تھے۔ انھوں نے مطوّل تک درس پڑھا تھا، پھر سلسلۂ قادریہ میں شیخ کلیم اللہ حسنی حسینی جیلانی کی تلقینات سے ساری توجہ ذکر کی طرف ہوگئی۔

قاضی محمد عادل کے تیسرے بیٹے اور مؤلف کے چچا مولوی عبدالرحیم (وفات: ۱۱۷۱ھ/۵۸-۱۷۵۷ء) جو شیخ عمر مفتی اور مولانا حاجی یار محمد مدرسِ ملتان کے شاگرد تھے۔ اپنے بڑے بھائی مولوی غلام مصطفیٰ سے بھی بہت استفادہ کیا۔ **تفسیر بیضاوی** انھیں زبانی یاد تھی۔ جرأت مند ایسے تھے کہ شکارپور میں نادر شاہ کے نائب طہماس خان کی مجلس میں شیعہ علماء سے بے خوف ہوکر مباحثے کیے اور انھیں ملزم ٹھہرایا۔ اپنی اسی علوِّ ہمتی کے باعث لوگوں کو ساتھ لے کر بھٹہ واہن میں واقع ایک بہت بڑے مندر کو منہدم کیا۔ آخری عمر میں باقرپور چلے گئے اور وہاں مسجد تعمیر کروائی اور اپنے اجداد مخدوم تاج الدّین شہید اور مخدوم عزیز خطیب قطب کی شکستہ قبروں کی مرمت کروائی۔ وہاں قلعہ سیورائی کے نیچے شیخ موسیٰ کے مقبرہ تلے بھنگ نوشی، ڈھول پیٹنے اور عورتوں مردوں کے اختلاط جیسی بدعتیں شروع ہوگئی تھیں، آپ نے انھیں بھی ختم کروایا۔ اس سے وہاں ان کی مخالفت شروع ہوگئی تو اپنے خاندان کو لے کر ملتان آگئے اور یہیں وفات پائی۔ بعد میں ان کا جسد خاکی سیورائی لایا گیا اور مخدوم تاج الدّین شہید کے غربی جانب دفن کیا گیا۔

مولوی غلام مصطفیٰ کے ایک چچازاد مولوی شاہ محمد اپنے ہم عصر علماء پر ایسی سبقت رکھتے تھے کہ کسی کو ان کے سوال کے جواب کی طاقت نہ ہوتی۔ دوسرے علماء جن نکتوں کو اپنے ذہنوں میں بہت دقیق اور گہرا سمجھتے، وہ ان کے لیے سامنے کی بات ہوتی۔ حافظ محمد اسمٰعیل انھیں ''بحر موّاج'' کہا کرتے تھے۔ لوہری کے مخدوم روح اللہ سے ان کا مناظرہ ہوا تھا۔ ان کی تصانیف **رسالہ قدر وجبر**، **رسالہ در تعریف رجل**، **رسالہ در تفسیر ''انا عرضنا الامانۃ''** اور **شرح صرف میر** ہیں۔ ان پر کچھ عرصہ حالت جذب طاری رہی۔ اس حالت میں بھی تدریس کرتے رہے چنانچہ مولوی عبدالحمید نے اسی عرصے میں ان سے شرح ہدایہ حکمت وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔ مولوی شاکر محمد پنجن اور مولوی محمد اکرم راجن پوری بھی ان کے شاگرد تھے۔ مولانا شاہ محمد کی وفات لوہری میں ہوئی، بعد میں ان کے بھائی شیخ محمد مقیم ان کا جسد خاکی وہاں سے لائے اور موضع آستانہ

(مضاف باقر پور) میں دفن کیا۔

مولوی محمد اکرم راجن پوری، جن کا اوپر نام آیا ہے، وہ خود فاضل تھے۔ ان کے بیٹے مولوی گل محمد نے ملتان میں درس پڑھا اور بہادر پور نزد بھٹہ واہن میں تدریس کرتے رہے۔ پھر سیورائی کی شمالی سرحد پر واقع احمد پور چلے گئے وہاں مدرسہ اور مسجد بنوائی اور اپنی قریش برادری کو تعلیم دیتے رہے۔ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں وہیں وفات پائی۔ وفات کے وقت تذکرے کے مؤلف- مولوی شیر محمد- ان کے پاس موجود تھے۔

مولوی گل محمد کے چار بیٹے محمد احسن، دوست محمد، عبدالرشید اور شیخ محمد ہاشم بھی مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے۔

مولوی غلام مصطفیٰ کے نانا مولوی عبداللہ کنی (منسوب بہ قصبۂ کن قریش) ایسے حافظ اور عالم تھے کہ درس دیتے وقت سوائے تفسیر **کشاف**، **شرح مواقف** اور **عضدی** کے کوئی کتاب ہاتھ میں نہ رکھتے اور فرماتے ''علم سینے میں ہونا چاہیے نہ کہ کتاب میں''۔ مولانا ابوالفتح ملتانی کے شاگرد تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی چلے گئے اور وہاں ہم عصر علماء سے بہت مناظرے کیے اور اورنگ زیب بہت اکرام واحترام پایا۔ بادشاہ نے ہفت ہزاری منصب اور سواری کے لیے ایک ہاتھی پیش کیا۔ ان کی کئی تصانیف میں سے ایک **منار اصول** [۵] ہے۔ مولانا اسی دیار میں سکونت پذیر ہو گئے اور برہان پور میں بابا فتح محمد برہان پوری مؤلف **مفتاح الصلوۃ** کے جوار میں دفن ہوئے۔

مولوی عبداللہ کنی کے ایک بیٹے مولوی شیر محمد سائی مدرّس تھے اور مولوی یار محمد مدرّسِ ملتان کے استاد تھے۔ مولوی شیر محمد سائی کے بیٹے مولوی محمد طاہر بھی علوم نقلی وعقلی سے بہرہ ور تھے۔ **حاشیۂ قدیم وجدید** اور **زاد اللبیب** [۶] ان کی تصانیف ہیں۔

مولوی عبداللہ کنی کے دوسرے بیٹے شیخ ابوالخیر کا رجحان کتب تصوّف واخلاق کی طرف تھا، چنانچہ انھوں نے **شرح مثنوی مولوی** اور **شرح حدیقۃ الحقیقہ** لکھیں۔

مؤلف کے اجداد اور اسلاف میں سے:

شیخ تاج الدّین شھید، ولیؔ کامل اور فنون شرعیہ وعلوم عقلیہ ونقلیہ صاحب کمال تھے۔ قلعۂ سیورائی کے اوپر درس دیتے تھے۔ مولانا شیخ صدرالدین صدر جہان اور مولانا شاہ رکن عالم کے ساتھ ان کے مباحثے منقول ہیں۔ مخدوم جہانیاں جہانگشت (۷۰۷-۷۸۵ھ) نے **خزانۂ جلالی** میں ان کا نام لیا ہے۔ شیخ تاج الدّین نے جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے درجۂ شہادت پایا۔

قاضی محمد مراد، صاحب الکرامت بزرگ تھے اور انھوں نے پیش گوئی کی تھی کہ تا قیامت ان کی اولاد میں علم باقی رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مؤلف کا شجرہ نسب:

ابوالحسن و شیر محمد و شیخ فرید

پسران مولوی محمد عابد

بن قاضی محمد عادل

بن شیخ کریمداد

بن شیخ حسام الدّین

بن شیخ محمد الشھیر بشیخ شیخن

بن شیخ محمود

بن شیخ بہدہ

بن شیخ حسام الدّین

بن شیخ احمد

بن شیخ محمد مراد

بن شیخ بہاء الدّین

بن شیخ فخر الدّین

بن شیخ محمد شریف

بن شیخ محمد تاج الدّین شہید

بن شیخ محمد

بن شیخ ابراہیم

بن شیخ ضیاء الدّین

بن شیخ ہمام

بن شیخ رضی الدّین حارث

بن شیخ علی

بن شیخ ابواسحاق

بن امیر المؤمنین محمد مہدی

بن امیر المؤمنین ابوجعفر منصور

بن محمد

بن العارف الکامل زین الزہاد الملقّب بسجاد علی

بن ابوالعباس عبداللہ

بن ابوالفضل عباس

بن عبدالمطلب

بن ہاشم۔جدّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس خانوادے کے گل سرسبد مولانا ابوالفتح ہاشمی مدرّس ملتانی ہیں۔اگرچہ مؤلف کے شجرے میں ان کا نام نہیں ہے، لیکن وہ اسی خاندان سے تھے۔زیرنظر تذکرہ میں ان کا ذکر کئی مناسبتوں سے آیا ہے۔پہلی دفعہ مولوی عبداللہ کنی کے ذکر میں، مولوی غلام مصطفیٰ سے منقول ہوا ہے کہ مولوی عبداللہ کے تلمذ کے وقت مولوی ابوالفتح موجود تھے۔مولانا ابوالفتح، اورنگ زیب عالم گیر کی بیٹی زیب النساء بیگم (۱۰۴۸-۱۱۱۳ھ

/۱۶۳۹-۱۷۰۲ء) کے استاد تھے۔ انھوں نے تحصیل علم کے بعد ملتان کو اپنا وطن بنایا اور متعدد مقامات پر مدد معاش کی زمینیں حاصل کیں۔ موضع خیر پور میں اٹھارہ کنویں اور شجاع آباد کے قریب دریا کے کنارے دو ہزار جریب زمین ان کی ملکیت تھی۔ بہت سے مکانات تعمیر کیے اور آسایش ورفاہ کا خوب سامان فراہم رکھا۔ ان کی بنائے ہوئے بعض رہایشی مکانات ملتان کی فصیل سے باہر، غربی جانب، حرم دروازہ کے محلّہ مفتی محمد بقا میں مولوی شیر محمد مؤلف تذکرہ کے زمانہ تک موجود اور مؤلف کے قبضے میں تھے۔ تذکرہ کے مؤلف نے بطور خاص اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مولانا ابوالفتح نے ملتان کے اعیان و اقران میں ممتاز ہونے اور صوبہ داروں کی ان کے دروازے پر حاضری کے باوجود، سیورائی کے اپنے بھائیوں سے قرابت داری بحال رکھی۔ تذکرے میں مولانا ابوالفتح کی حسب ذیل تصانیف کا ذکر ہوا ہے:

شرح حصن حصین، [7]

حاشیۂ بیضاوی (جس میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی پر اعتراض کیا ہے)،

شرح شمسیہ منظومہ در منطق،

شرح شافیہ منظومہ از ابن مالک طایی در نحو، [8]

ہدایۃ الصرف،

متن و شرح درود مائۃ،

رسالہ در زکوۃ،

تفسیر سورۂ فاتحہ،

تحقیق مشکلات ہدایہ،

تحقیق مشکلات مطوّل،

تحقیق حاشیۂ مولانا عبدالغفور بر فوائد ضیائیہ،

رسالۂ یومیہ در بیان اجوبہ و اسولۂ فاضل مازندرانی

مولانا ابوالفتح کی تیسری پشت، ہمارے مؤلف-مولوی شیر محمد-کی معاصر تھی اور بقول مولوی شیر محمد ان کی اولاد بھی صاحب مناقب تھی اور بارہویں صدی میں ہنوز مولانا ابوالفتح کے علم و فضل کا چرچا تھا۔ مولانا کا مدفن مضافاتِ ملتان میں دائرہ شیخ جلال الدّین اویسی کے قریب وہ زمین بتائی گئی ہے جس میں مولانا کی ملکیت سے کنواں اور نخلستان تھا اور بعد میں اس جگہ کا نام بیرونی شیخ مؤمن علی مشہور ہوا۔ شیخ مؤمن علی، مولانا کے نبیرہ تھے۔ یہ نخلستان اور کنواں وغیرہ بھی موروثی جائداد کے طور پر تذکرہ کے مؤلف کے تصرّف میں تھا۔

زیر نظر تذکرہ

مؤلف نے یہ تذکرہ ۱۲۱۸ھ/۴-۱۸۰۳ء میں لکھا۔ وہ چاہتے تھے کہ فارسی میں ایک مختصر تذکرہ اپنے اسلاف کے بزرگوں اور معاصر اعزہ و اقارب کے اظہار علم و فضل اور اس علاقے کے سادات و قریش کے انساب پر لکھیں۔ ان کے چچا مولوی غلام مصطفیٰ اس سے پہلے خاندان کا تذکرہ لکھ چکے تھے، لیکن ہمارے مؤلف کو وہ دست یاب نہیں تھا، محض ایک دو ورق دستیاب ہوئے جو انھوں نے اپنے تذکرے میں بلفظہ شامل کر لیے ہیں۔ اس کے علاوہ مؤلف نے اپنے اسلاف میں سے ایک بزرگ کی لکھی ہوئی دوسری تحریر کو بھی اپنے تذکرے میں سمو دیا

ہے، چونکہ یہ دونوں تحریریں اب اصل حالت میں دستیاب نہیں ہیں، ان کی شمولیت سے اس سے تذکرے کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

مؤلف نے اس مختصر تذکرہ میں اپنے قریبی اعزّہ کے حالات لکھے ہیں۔ ان کی باہمی رشتہ داریوں کا حوالہ دیا ہے۔ آخر میں مؤلف نے اپنا شجرۂ نسب تا ہاشم۔ جدّ رسول اللہ۔ لکھا ہے اور اپنے بعض اجداد کی مادری نسبتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

تذکرہ لکھنے کا بنیادی مقصد مؤلف کا اپنے اخلاف کو یہ باور کرانا تھا کہ ان کے اسلاف صاحب علم تھے اور کسبِ علم ان کی وراثت ہے لہذا وہ بھی علم حاصل کرنے میں جدّ وجہد کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس میں کوتاہی نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ رجال کے حالات میں مؤلف کی زیادہ توجہ ان کے علمی اور تدریسی مشاغل کے بیان کی طرف رہی اور یہی بات اس مختصر تذکرے کو اہم بنا دیتی ہے۔ اس تذکرے کو ہم جنوبی پنجاب میں فارسی نثر کا ایک عمدہ نمونہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ مصنف اگرچہ باقاعدہ انشا پرداز یا ادیب نہیں تھے لیکن اپنا مافی الضمیر احسن طریقے سے ادا کرتے ہیں۔ زبان و بیان پر مقامی رنگ غالب ہے۔ عالمانہ اور مدرّسانہ اصطلاحات کے استعمال سے نثر کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔

تہذیبی معلومات

اس تذکرہ سے دستیاب ہونے والی کچھ تہذیبی معلومات بھی اہم ہیں، مثلاً:

-اللہ آباد میں دوسری جگہوں کی نسبت فسق و فجور زیادہ تھا۔ بھنگ کاشت ہوتی اور پی جاتی تھی۔ جوا خانہ، شراب خانہ اور قحبہ خانہ بھی وہاں تھا اور ہندوانہ رسمیں ہولی اور کیرتن موتی [مورتی ؟] بھی ہوتی تھیں۔ محمد بہاول خان نواب بہاول پور نے یہ سب رسمیں وہاں سے مٹائیں اور وہاں عالی شان مسجد بنوائی۔

-قلعۂ سیورائی کے نیچے شیخ موسیٰ کے مقبرے پر بھنگ نوشی، ڈھول بجانا اور عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا تھا۔ یہ بری رسمیں مولوی عبدالرحیم نے وہاں سے ختم کروائیں۔

-مؤلف نے مشرقی علوم کی چند کتابوں کا ضمناً نام لیا ہے جو ہمارے ہاں نصاب کا حصہ رہی ہیں اور ان کے بارے میں اس طرح دل چسپ تبصرہ کیا ہے کہ محض کتاب کے نام سے معلوم ہو جائے کہ اگر کسی نے وہ کتاب پڑھ رکھی ہے تو اس کا درجۂ علم کیا ہے۔ جیسے **شرح مواقف** کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ مولف کے زمانے میں تعلیم کی آخری کتاب تصور کی جاتی تھی۔

تذکرے میں مذکور تمام درسی کتب معروف ہیں جو صدیوں سے ہمارے دینی مدارس کے تعلیمی نظام کا حصّہ رہی ہیں۔ یہاں ان کے بارے میں توضیحی حواشی دینا تحصیل حاصل ہے۔

تذکرے میں متعدد مقامات کا ذکر آیا ہے جو مؤلف کے خاندان سے متعلق رہے ہیں۔ کچھ معروف شہر ہیں، کچھ چھوٹے گاؤں ہیں جن میں سے بعض مٹ چکے ہیں اور بعض اب بھی موجود ہیں۔ بعض نام تو میرے لیے بالکل غیر مأنوس تھے اور کچھ بعید نہیں کہ میں نے ان کو صحیح طور پر نہ پڑھا ہو۔ یہاں چند نسبتہً کم معروف مقامات کے بارے میں وضاحت ضروری سمجھی گئی ہے:

الہ آباد/اللہ آباد: ضلع رحیم یار خان میں پشاور۔ کراچی مین ریلوے لائن پر لیاقت پور ریلوے اسٹیشن سے (قدیم نام: چوہدری ریلوے اسٹیشن) چار میل بطرف مغرب واقع ہے۔ اس کی بنیاد نواب صادق محمد خان اوّل نے ۱۱۴۲ھ/ ۳۰-۱۷۲۹ء میں رکھی۔ یہ نظامت بہاول پور کا پہلا شہر تھا جو آباد ہوا اور اسے ''اللہ'' سے منسوب کیا گیا۔ یہ جگہ بطور جاگیر نواب حیات اللہ خان گورنر ملتان نے صادق محمد خان اوّل کو عطا کی تھی۔ ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی ۲۸۶۸ نفوس تھی۔ انگریزی دور میں یہ اللہ آباد تحصیل کا مرکز بھی تھا۔

باقر پور: باقر پور، ضلع رحیم یار خان میں بھونگ کے قریب ایک چھوٹی سی بستی ہے۔

بھٹہ واہن: ضلع رحیم یار خان میں، صادق آباد سے ۲۳ کلومیٹر شمال میں ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔ جنوبی پنجاب میں ''واہن'' کا لاحقہ ایسی بستیوں کے ساتھ آتا ہے جو دریا کے کنارے آباد ہیں۔ چنانچہ بھٹہ واہن بھی کسی زمانے میں دریائے سندھ سے صرف ایک میل کی مسافت پر واقع تھا۔ کچھ زبانی روایتوں میں، جو محتاج تحقیق ہیں، آیا ہے کہ مشہور عشقیہ داستان سسی و پنوں کی سسی اور اکبر کے دربار سے وابستہ دو عالم بھائی ابوالفضل اور فیضی یہاں پیدا ہوئے تھے۔ آئین اکبری میں اسے ''بھورتی واہن'' لکھا گیا ہے۔

فاضل پور: سنجر پور، ضلع رحیم یار خان سے ایک میل دور قلعۂ فاضل پور کے کھنڈرات موجود ہیں جس کے بانی فاضل خان عباسی ہیں جو اللہ آباد سے خاندانی جھگڑے کے باعث یہاں اُٹھ آئے تھے۔

قلعۂ ڈیراور: بہاول پور اور احمد پور شرقیہ سے مساوی طور پر تقریباً ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے ہاکڑا کے کنارے اب بھی موجود ہے۔ اسے راجہ بجے راؤ کے ولی عہد دیوراج نے ۹۰۹ سمت بکرمی میں تعمیر کروایا۔ آخری دور میں یہ مبارک خان نواب بہاول پور کے تصرّف میں آ گیا۔ جب تک نوابان عباسی نے بہاول پور اور ڈیرہ نواب (احمد پور شرقیہ) نہیں بسائے تھے، یہ قلعہ ریاست کے نوابوں کے لیے محل کا کام دیتا رہا۔ یہاں نوابان بہاول پور کی بنوائی ہوئی ایک تاریخی مسجد کے علاوہ نوابان بہاول پور کے مقابر بھی ہیں۔ نوابان بہاول پور کی مستورات بھی یہاں دفن ہیں۔ ایک طویل دالان میں نوابان بہاول پور دفن ہیں۔ باہر کچھ الگ الگ مقبرے بھی ہیں۔ مجھے ۲۳ دسمبر ۲۰۰۸ء کو قلعہ ڈیراور، مسجد اور یہ مقابر دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ قلعہ اور قبرستان اب بھی سابق نوابان ریاست بہاول پور کے اخلاف کے قبضے میں ہے اور مقفّل رہتا ہے۔ نواب صاحب کا کارندہ صادق گڑھ محل سے چابی لے کر جاتا اور قلعے کا بڑا دروازہ کھولتا ہے۔ چونکہ سیّاح روزانہ آتے ہیں اور دروازہ بند دیکھ کر مایوس ہوتے ہیں، لہٰذا انھوں نے ایک ٹوٹی دیوار اور ٹوٹے دروازے سے اوپر جانے کا راستہ بنا لیا ہے اور کلید بردار کی ضرورت نہیں رہتی۔ قلعہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور حیرت ہے کہ اب تک حکومت پاکستان یا محکمۂ آثار قدیمہ نے اسے نوابان بہاول پور سے اپنی تحویل میں کیوں نہیں لیا؟

قلعۂ سیوراہی: سنجر پور، ضلع رحیم یار خان کے قریب ایک ٹیلہ جو اب سرواہی یا سیوراہی سے موسوم ہے۔ یہ ٹیلہ جو پہلے قلعہ ہوتا تھا، چھٹی صدی عیسوی میں ایک ہندو حکمران رائے ساہسی دوم نے تعمیر کروایا تھا۔ ۱۵۲۵ء میں سندھ کے حکمران شاہ بیگ ارغوان نے یہ قلعہ مسمار کرا دیا۔ تب سے ایک ٹیلے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

مذکورہ مقامات کے لیے مزید مآخذ:

Punjab States Gazetteers: Vol.XXXVIA:***Bahawalpur State with Maps,1904***,Lahore,1908,pp.354-55.

اولیاے بہاول پور، مسعود حسن شہاب، اردو اکیڈمی بہاول پور

بانگ سحر (رسالہ) ضلع رحیم یار خان نمبر، گورنمنٹ ترقی تعلیم کالج، خان پور

تاریخ خاندان داود پوترہ، سردار خان محمد خان داود پوترہ پرجانی، قلمی، مسعود جھنڈیر لائبریری، سردار پور جھنڈیر، میلسی، ص ۳۰۸

تاریخ ڈیراور، دبیر الملک الحاج محمد عزیز الرحمان عزیز، عزیز المطابع برقی پریس، مکتبۂ عزیزیہ، بہاول پور، طبع ثانی

تاریخ و تعارف ضلع رحیم یار خان، سعید احمد سعید، رحیم یار خان، ۱۹۸۱ء

خطۂ پاک اوچ، مسعود حسن شہاب، اردو اکیڈمی بہاول پور، ۱۹۸۲ء، طبع دوم
ضلع رحیم یار خان کی سیاسی تاریخ اور اہم مقامات، سعید احمد سعید، سعید اکیڈمی رحیم یار خان، ۲۰۰۰ء
وقایع راجپوتانہ، بابو جوالا سہاے عدالتی راج بھوت، مفید عام پریس، آگرہ، ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء

حواشی

۱۔ سردار پور جھنڈیر والا نسخہ کوئی تیس سال پہلے کتب خانۂ مفتی محمد صادق، بہاول پور میں ان کے صاحب زادے مولانا محمد معاذ کی تحویل میں تھا اور ڈاکٹر اللہ دتا چوہدری مرحوم نے وہاں دیکھا تھا۔ اسی حوالے سے اس کا احمد منزوی کی **فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان**، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ج ۱۱ص ۱۰۵۵ میں اندراج ہوا ہے۔

۲۔ احمد منزوی، **فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان**، ج ۱۱ص ۱۱۱۴

۳۔ یکم شوال ۱۱۸۶ھ/۲۷دسمبر ۱۷۷۲ء کو جب ملتان کا گورنر اور اس کے سپاہی نماز عید پڑھ رہے تھے، سکھوں کی بھنگی مثل نے ملتان پر قبضہ کیا جو ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء تک برقرار رہا۔ ذوالحجہ ۱۱۹۳ھ/دسمبر ۱۷۷۹ء میں تیمور شاہ درّانی نے زنگی خان درّانی کو ۱۸۰۰۰ سپاہیوں کا لشکر دے کر ملتان کے محاصرہ کے لیے بھیجا اور بعد میں خود بھی محرّم ۱۱۹۴ھ/جنوری ۱۷۸۰ء میں لشکر سے آملا۔ نواب بہاول پور کی بھی اسے حمایت حاصل تھی۔ صفر ۱۱۹۴ھ/فروری ۱۷۸۰ء میں ملتان کو سکھوں کے قبضے سے چھڑا لیا گیا۔ دیکھیے:

۔عزیز الدین وکیلی فوفلزئی، **تیمور شاہ درانی**، کابل، ۱۳۳۳ش، ص ۲۴۰

۔ایس، ایم لطیف، *History of Punjab*، کلکتہ، ۱۸۸۹ء، ص ۲۹۷۔۲۹۹

۔ہری رام گپتا (Hari Ram Gupta)، *Studies in Later Mughal History of Punjab*، کلکتہ، ۱۹۴۴ء، ص ۸۷۔۸۹، ۲۴۱

۔عاشق محمد خان دُرّانی، *The last phase of Muslim Rule in Multan (1752-1818)*، ص ۱۵۷۔۱۵۸،
(مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی)

عاشق محمد خان کا تھیسز طبع ہو چکا ہے۔

۴۔ ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے **پاکستان میں فارسی ادب**، ج ۳، ص ۳۷۸ میں مولوی یار محمد ملتانی کی تصنیف **رسالہ در اثبات دوگانۂ میراں** کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے حالات پر کچھ روشنی نہیں ڈالی۔ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہی یار محمد گاذر ملتانی ہیں یا کوئی اور؟ زمانہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

۵۔ **منار اصول**، ابی البرکات عبداللہ نسفی (م: ۷۱۰ھ) کی عربی کتاب **منارالانوار** کا عرفی نام ہے۔ یہ اصول فقہ پر معروف کتاب ہے۔ غالباً عبداللہ کنی نے اس پر حاشیہ یا شرح لکھی ہوگی!

۶۔ **زادا للبیب** مولانا عبداللہ بن مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی معروف تصنیف ہے۔ ممکن ہے مولوی محمد طاہر نے اس کا کوئی حاشیہ لکھا ہو۔

۷۔ یہ شرح فارسی زبان میں ہے اور اس کا نام **فتح حصن حصین** ہے۔ یہ ۱۰۸۵ھ /۱۶۷۵ء میں تصنیف ہوئی۔ اس کے دیباچہ میں روایت حدیث کی ان اجازتوں کا ذکر ہے جو شارح کو مشایخ حرمین سے حاصل ہوئی تھیں۔ اس شرح کا جو نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں ہے (شمارہ :۶۷۲۳، تاریخ کتابت ۱۱۷۹ھ، ۸۲۴ صفحات) وہ شارح اور ہمارے اس تذکرہ کے مؤلف کے خاندان کی تحویل میں رہا ہے۔ اس کے سرورق پر چار مہریں اور دو یادداشتیں ہیں۔ تین مہریں مجھ سے پڑھی گئی ہیں جو اس طرح ہیں:

۱۔ ''ربّ زدنی علما/تراب الاقدام العلماء/شیر محمد ہاشمی''، یہ ہمارے تذکرہ کے مؤلف کی مہر ہے۔
اور اس کے ساتھ یہ دستخط ہے ''مالکہ غلام... الہاشمی'' شاید یہ غلام مصطفیٰ ہاشمی ہو جو ہمارے مؤلف کے چچا تھے۔

۲۔ ''خویدم العلماء محمد عابد ہاشمی''، یہ ہمارے مؤلف کے والد ہیں۔

۳۔ ''... مملوک العلما محمد عابد الہاشمی ۱۱۸۱ھ''، یہ بھی ہمارے مؤلف کے والد کی مہر ہے جس میں سنہ کا اعلان کیا گیا ہے۔ محمد عابد ایک سال بعد ۱۱۸۲ھ میں وفات پا گئے۔

ایک مہر آخری صفحے پر بھی ہے:

۴۔ ''احقر الفضلا شیخ فرید ہاشمی''، یہ ہمارے مؤلف کے چھوٹے بھائی ہیں۔

اس نسخے کے سرورق پر ہمارے تذکرہ کے مؤلف -شیر محمد- کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک یادداشت بھی ہے جس میں ابوالفتح ملتانی کے بارے میں چند اہم معلومات دی گئی ہیں۔ یہ ورق کرم خوردہ ہے اور جو کچھ پڑھا جا سکا ہے وہ حسب ذیل ہے (کرم خوردہ مقامات پر نقطے لگا دیے گئے ہیں):

این کتاب مستطاب از مؤلفاتِ افضل الفضلاء، رئیس المحدّثین والمفسّرین حاجی الحرمین الشریفین -زاد الله تعالی شرفا و تعظیما- سیّدنا و مولانا حاجی ابوالفتح ابن الشیخ قطب الدّین قریشی عباسی متوطن پرگنهٔ سیورائی از توابع ملتان، و قبر شریف ایشان در بلدهٔ ملتان، قریب دائرهٔ سلطان العارفین شاه جلال الدّین اویسی واقع است. و قبر شریف والد ماجد ایشان در قصبهٔ سیورائی همراه برادران خود است. و از مؤلفات ایشان شرح شافیه فارسی و کافی و وافی شرح کافیه، الشافیه منظومه و مائة در صلوات افضل مخلوقات و شرح آن و شرح ...منظومه و حاشیه بر بعضی بیضاوی و تفسیر سورهٔ فاتحه و رسالهٔ وافیه در باب زکوة ومناسک حج و رسالهٔ ردّ نصاری-خذلهم الله تعالی-و هدایة الصرف و رسائل در شرح احادیث مُغلقه و رسائل اجوبه بر کتب معرفه[؟] در جواب بعض فضلای پورب و الفیه در درود برافضل المخلوقات عنه[؟]افضل الصلوات والتسلیمات. و حضرت ایشان ...پارسایی و نیت انجاح... حامی دین قویم سلطان اورنگ زیب مرحوم داشت. سلطان موصوف از نهایت [دلجویی؟]ایشان نوردیدهٔ خود مسماة زیب النساء بیگم دختر ...خویش...موصوف چون از سعادت زیارت حرمین شریفین بهره یاب گردیده درین دیار رسیدند ترکِ تعلق فرموده ،اوقات شریفهٔ خود را تقسیم نوشتن و درود و درس تفسیر و حدیث فرمودند ومعاش سلطانی هم موقوف فرمودند. فی الجمله منقطع از خلق گردیده ،به خالق پیوستند. رحمة الله رحمة واسعة.

اس یادداشت کالبّ لباب خود مؤلف نے اپنے زیرنظر تذکرے میں درج کر دیا ہے۔البتہ مولانا ابوالفتح کی چند تصانیف کے مزید نام یہاں ملتے ہیں اور یہ کہ مولانا ابوالفتح نے سفر حرمین کے بعد، دربار سے **تعلق** ختم کر دیا تھا اور شاہی مدد معاش لینا بھی موقوف کر دی تھی اور صرف تألیف وتدریس اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔

اسی کے ساتھ دوسری یادداشت بھی ہے جس کے صرف یہ الفاظ پڑھے جا سکے ہیں:"**موجب تقسیم در حصۂ برادر صاحب مولوی شیر محمد...**" اس سے پتا چلتا ہے کہ ابوالفتح ملتانی کا کتب خانہ ان کے وارثوں میں تقسیم ہوا تھا اور **شرح حصن حصین** کا یہ نسخہ ہمارے مؤلف-مولوی شیر محمد- کے حصہ میں آیا تھا۔یادداشت میں انھیں "برادر" لکھا گیا ہے، غالباً یہ یادداشت ان کے دوسرے بھائی -فرید ہاشمی- نے لکھی تھی۔

پنجاب یونیورسٹی میں **شرح حصن حصین** کے نسخے پر درج، باقرپور سیورائی کے اس خاندان کی موجودگی کی یہ تحریری شہادت مجھے چند سال پہلے ملی تھی اور میں نے پنجاب یونیورسٹی کے فارسی مخطوطات کی فہرست (زیرطبع) میں اسے من وعن درج کر دیا تھا۔اُس وقت مجھے یادداشت کنندہ اور صاحبانِ مواہیر کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اور میں نے محض ایک علمی اطلاع کے طور پر اسے نقل کر لیا تھا۔اب مولوی شیر محمد کا زیرنظر تذکرہ مل جانے پر **شرح حصن حصین** کے سرورق پر درج تمام اسماء کی شناخت ہوگئی ہے. **فللّٰہ الحمد.**

شرح حصن حصین کے دو قلمی نسخے مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں بھی ہیں۔شمارہ ۸۰۰، کاتب شیخ عبدالکریم صدیقی ملتانی، کتابت گیارہویں صدی ہجری، ۶۵۲ صفحات۔دوسرا نسخہ شمارۂ ۵۱۵۳، کاتب محمد اسلم، تاریخ کتابت ۱۴ محرّم ۱۱۶۰ھ، ۸۸۶ صفحات۔اس نسخہ کے کاتب کا کہنا ہے کہ اس نے اسے شارح کے نسخہ سے نقل کیا ہے۔دیکھیے: احمد منزوی، **فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان**، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء، ج ۳، ص ۱۵۹۲

ابوالفتح ہاشمی ملتانی کا ایک **رسالہ مناسک حج وعمرہ** زیب النساء دختر اورنگ زیب کی درخواست پر تصنیف ہوا۔اس کا قلمی نسخہ میں نے ذخیرۂ مفتی، نیشنل آرکائیوز آف پاکستان، اسلام آباد (شمارہ: اسلام 42) میں دیکھا۔

مولانا ابوالفتح کا کچھ تذکرہ محمد صالح کنبو نے **عمل صالح** میں کیا ہے جہاں سے **نزہۃ الخواطر** (ج ۵، ص ۲۴) میں بھی نقل ہوا ہے۔لیکن وہاں نہ تو کوئی تاریخ ہے اور نہ مولانا کی کسی تصنیف کا نام۔صرف یہ لکھا ہے کہ وہ عہد شاہجہانی کے عالم تھے۔

۸۔ یہ شرح فارسی میں ہے اور زیب النساء کے کہنے پر لکھی گئی تھی۔اس کے دو قلمی نسخے مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں دستیاب ہیں۔شمارہ ۶۷۲۷، مکتوبہ محمد شفیع، ۱۶ محرّم ۱۲۵۶ھ، ۳۴۰ صفحات؛ شمارہ ۲۴۴۲، مکتوبہ غلام محی الدین، ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۸۸ھ، ۴۰۰ صفحات۔دیکھیے: احمد منزوی، **فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان**، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ج ۱۳، ص ۲۵۴۴

احوال و انساب قریش ملتان و نواح آن

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعده، می گوید فقیر حقیر شیر محمد بن سیّدنا مولوی محمد عابد مرحوم مغفور قریشی هاشمی باقر پوری، از عرصۀ کثیر مرکوز خاطر بود که چند اوراق به عبارت فارسی در بیان نسب خود و اظهار علم و فضل بزرگان اسلاف و اخوان معاصر و نسب قوم شرفا از سادات و قریش، سکنۀ این دیار جمع نموده شود تا خلف را یادگار و باعث بر اکتساب علوم گردد و بر حقیقت علم و بلاغت اسلاف کرام مطلع شده کسب علوم وراثت خود تصوریده [۱ ب] در جدّوجهد تحصیل این نعمت عظمی و این دولت کبری مهما امکن به هیچ نوعی قصوری ننماید.

امّا به سمع این احقر آمده بود که عمّی حضرت بدر المحافل العلمیه، مورد مواهب قدسیه، سحرالبیان، فصیح اللسان، مولوی غلام مصطفی صاحب رحمة اللّٰه تعالی رحمة واسعة که در علوم معقول و منقول مهارتی تمام داشت و در فنون تقریر و تحریر از علمای عصر فائق تر و در علم تواریخ وسِیَر متبحر وکثرالسیر، چنانچه ذکر محامد و فضائل ایشان درین دیار و در نواح [۲ الف] اوچ متبرکه و ملتان برالسنۀ خواص و عوام معروف است و وفات ایشان در ۱۱۷۶ھ و قبر شریف ایشان در اوچ قادریه متصّل دیوار شرقیه خانقاه حضرت محمد غوث جیلی قدس سرّه است. چند اجزا مشحون به بیان نسب و فضائل و مآثر اسلاف خود و ذکر صحت و سقم انساب اکابر اعیان که درین دیار از بکهرتا ملتان ساکن اند، مرتّب نموده، لهذا به واسطۀ مطالعۀ آن اجزا متصدی این امر

نمی شدم تا تحصیلِ حاصل نشود. چون تا این تاریخ – ۱۲۱۸ھ– اجزای [۲ ب] مذکوره به نظر نیامده، لاچار دست به قلم افتاد و چون یک دو ورق از مواضع متفرقه از تحریر مولانا عمّی مذکور به دست آمده تبرکًا و تلذذًا عبارت آن بعینه منقول می شود وهی هذا.

”صاحب الکرامات حضرت قاضی محمد مراد قدس سرّه فرموده که در قیام[کذا:تا قیامت از] اولاد من علم از آنها نخواهد رفت. و همه کس دعای حضرت ایشان معاینه نموده که تا حال فضلا ی علما به علوم عقلیه و نقلیه موجود اند و داعی خلق اللّٰه ابن عمّ خود را– که عبارت از صاحب نفس قدس و روح ملکی [۳ الف] مولوی شاه محمد باشد– دیده که بر اقران علمای عصر این قدر سبقت داشت که احدی را طاقت جواب سوال مقابل ایشان نبود و آنچه سخنان دقیق نسبت اذهان علمای عصر بود، نسبت ذهن مبارک ایشان از اجلا بدیهیات است، بلکه فرمودۀ مولوی معنوی قدس سرّه برذات ایشان صادق می آید:

بی تامّل او سخن گفتی چنان		کز پس پانصد تامّل دیگران

نور هر گوهر ازو تابان شدی ضد و باطل را از و فرقان بُدی

[۳ب] و مصداق این حواس زور او تحقیقات دربیان قدر وجبر، و رساله در تعریف رجل، و رساله در تفسیرِ "اناعرضنا الامانة" [الاحزاب/۷۲]، و شرح صرف میر و غیر ذالک باید گفت. قبل از ایشان عالمی زمان، اوحدی اوان ،حضرت مولوی عبدالله – والدِ والدۂ داعی– که اشتهار از سبب سکونت در قصبۂ کن قریش "کنی" می داشت، عالم و حافظ به حدّی که جز کشّاف و شرح مواقف و عضدی وقت درس در دست نمی گرفت و می فرمود:" علم در سینه باید نه در کتاب." [۴ الف] آنان که از صحبت ذات شریف تلمّذ فرموده اند، بالا تر از آن مناقب ایشان می فرمایند. و وقت تلمّذ حضرت مرحوم علّامۂ ربّانی، عالم لاثانی، حاجی الحرمین الشریفین– زاد هما الله تعالی شرفًا و تعظمًا– حضرت مولوی ابوالفتح صاحبِ شرح حصن حصین، و بعض حاشیه بیضاوی که تعرّض به افضل الفضلا مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی فرموده، و شرح شمسیه منظومه در منطق، و شرح کافیه شافیه منظومه ازابن مالک طایی در نحو، و در صرف رسالۂ هدایة الصرف، ومتن و شرح درود مائة، و دربیان زکوة، و تفسیر سورۂ فاتحه، و تحقیق مشکلات هدایه، و مطوّل، و بعض [۴ب]تحقیق حاشیۂ مولانا عبدالغفور بر فوائد ضیائیه، و رسالۂ یومیه در بیان اَجوَبه واَسوَلۂ فاضل مازندرانی وغیر ذالک موجود بودند. و در اوّلِ ایام تعلق به نتیجۂ پادشاه عادل زمان، اورنگ زیب بهادر غازی، که عبارت از اکبربیگم زیب النساء باشد، داشتند بعده ترک فرموده به تدریس فقه و تفسیر و حدیث اشتغال فرمودند. و در مشرب علیه قادریه چاشنی وافر و حظّی کامل داشتند.

و حضرت ایشان چون در طائف تشریف داشتند. سرپیچ سیاه– که لباس بنی عباس است– عباسیانِ آنجا [۵ الف] عطا فرمودند و نهایت اکرام ذات شریف می فرمودند.

فرزندان ایشان حاوی علوم عقلیه و نقلیه بودند:

[اوّل] مولوی شیر محمد– که استاذ افضل فضلای عصر، یار محمد مدرّس ملتان بود –نیز به طریق پدر بزرگوار برجادۂ علم تدریس قائم بود.

دوم فرزند شریف ایشان، شیخ ابوالخیر، شارح مثنوی و حدیقه، اگرچه بهره در علم متداوله داشتند لاکن شغل آنها به کتب اخلاق و تصوّف ازحد بیش بود.

و فرزند مولوی شیر محمد سمائی، مولوی محمد طاهر نیز از علوم [۵ ب] عقلیه و نقلیه بهره داشت و دعاگو نبیرۂ حقیقی ابن عمّ حضرت ایشان می شود. و قبر شریف ایشان قریب دائرۂ سلطان العارفین شیخ جلال الدّین در نواحی ملتان واقع است و قبر والد شریف ایشان شیخ قطب الدّین زیر قلعۂ سیورائی همراه چهار برادر حقیقی خود واقع است.

و چون برادر گرامی قدر، اخویم مولوی عبدالرحیم– که الحال از علوم متداوله بهره دارد– در ملتان رسائل نحو صرف می خواند، از حدّت طبع برادرم، شرفای ملتان– چه سادات حسنیه و حسینیه– ماویٰ و موطن

[٦ الف] دعاگو را– که سیورائی است– تشبیه به شیر ازلی دادند. آنهایی که از حقیقت اسلافِ دعاگو واقف اند– در ملتان و درین نواح– عِلم قریش سیورائی را موروثی می دانند. این همه نتیجۀ دعای صاحب کرامات حضرت قاضی محمد مراد رحمة اللّٰه است. اسلاف حضرت قاضی به موجب زمان اقتران تا ترجمان قرآن بهره از اخلاف به مراتب مضاعف در مضاعف داشتند. رحمهم اللّٰه تعالی.

و برادرِ دعاگو مسمی شیخ عبداللّٰه در سن بیست و شش سال تحصیل تا به مطوّل که آغاز نموده بود اما از سبب یُمن [٦ ب] تلقین کلمۀ طیّب وارشاد طریقۀ قادریه از عارف باللّٰه بن قطب بالاتفاق، قبله گاه، پشت پناه، همنام، مسمی کلیم اللّٰه حسنی حسینی جیلانی –متع اللّٰه تعالی المریدین بطول بقائه وارشاده– چون مفتخر شد، اشارت تعظیم واکرام می کرد که ائمۀ اهل بیت از امام اوّل تا یازدهم بنده را سرفراز فرموده اند و وضو می کرد اشارةً و نیز می گفت که پیر [و] مرشد حاضراند. فی الجمله به کلمۀ طیّبه روبروی مردم قبائل جان به حقّ سپرد و نیزدرآن وقت می گفت که هر آن کس محتاج و گرفتار بوده باشد برقبر این [٧ الف] عاجز فاتحه خوانده توسّل به جناب حقّ نماید. به لطف و کرم انجاح حاجت او گردد. و وقت احتضار هر رگ او به ذکر مشغول بود و همچنان اقاربِ دعاگو وقت رحلت به ذکر کلمۀ طیّب رطب اللسان رفته اند. این همه امداد حقّ سبحانه به سبب ارواح طیّبات است. اگرچه این سخنان لائق نوشتن نبودند "فامّا بنعمة ربک فحدث" [الضحی / ١١] باعث آن شد. ان اجری الّاعلی اللّٰه.

وقصبۀ ماتهله[کذا: ماتهیله] مسکن وماویٰ بسیاری از اولیاء اللّٰه تعالی است و اکثر آنها عباسی است [کذا: اند] واورادی که درآن [٧ب] ذکرِ اسلاف به طریق ضبط تاریخ ولادت و وفات درآن مذکور بود از[بین] رفته لهذا به تفصیل آن نپرداخته. واللّٰه تعالی اعلم."

انتهی تحریر عمّی المرحوم.

حضرت مولانا حاجی ابوالفتح مدرّس موصوف بعد اکتساب علوم و تعلق به سلطان اکبر زیب النساء بنت اورنگ زیب، توطن در بلدۀ ملتان فرمودند واراضی مدد معاش و ملکیه در مواضع متفرقه بسیار جمع نمود چنانچه در موضع خیرپور به مقدار هژده چاه و دوهزار جریب به کنارۀ دریا قریب شجاع آباد واقع است وبسا از مکانها عمارت ساخته به تمام رفاهیّت [٨ الف] احوال و ترقی اسباب معیشت گذرانیدند چنانچه بعضی مساکن معمره درحصار بیرونی ملتان جانب غربیه اندرون حرم دروازه در محلّۀ مفتی محمد بقا امروز به وراثت در تصرّف ماست. و ازمیان اقران زمان و فضلای اعیان ملتان مکرّم و معزّز بودند چنانچه صوبه داران به حاجت به دروازۀ ایشان می آمدند و قرابت و خویشگی خود به اخوان سیورائی به حال داشتند. و همون تبرّک سر پیچ سیاه– که از طائف سرفراز شده بودند– نزد این فقرا موجود است. بالجمله [٨ب] صیت کمال فضل و علم و مناقب ایشان و اولاد ایشان تا سوم پشت برالسنۀ خواص و عوام سکنۀ آن نواح مشهور و معروف. و مقبرۀ ایشان بمعه فرزندان در زمین چاه ملکیۀ خود که مشتمله برنخلستان و اشجار متصّل دائرۀ شیخ جلال الدّین است،

امـروز بـه طـریـق وراثـت مانند سائر املاک در تصرّف ماست و آن چاه حال به بیرونی شیخ مؤمن علی، که نبیرهٔ ایشان بود، معروف است.

و فـرزنـد مـولانـا شیـر مـحـمـد، مولوی محمد طاهر، عالمِ مدرّس بود [۹الف] و حاشیهٔ قدیم و جدید و زاد الـلبیـب وغیـره رسـائـل از مصنّفات وی است. واز عقب ایشان یک دختر گوهر خاتون در عقد نکاح مولانا عمّی عبدالله مرحوم بود ولاعقب لهٗ.

واز[کـذا] مـولانـا ابـوالـخیـر فـرزنـد شیـخ مـؤمـن علی، تحصیل تا مطوّل داشت واز سبب وفور اسباب معیشت از اکتساب باقی علوم متداوله معطل ماند.

و فـرزنـد ایشـان شیـخ اسـد عـلـی، حسـن صـورت و سیرت[داشت]. تحصیل تا شرح ملّا فوائد ضیائیه رسانیده. در عنفوان شباب به واسطهٔ خانه جنگی از دست بعضی سادات شیهد شد و قبرش بمع آبای خود [۹ ب] بـرچـاه مـذکـور اسـت کـه مـقـبـرهٔ مـولانا حاجی ابوالفتح مبرور است. و شیخ اسد علی شهید به دختر شیخ عمر قریشی فاروقی مفتی ملتان تزویج نموده بود. وقت شهادت به خانهٔ ایشان حمل چند ماه بود ازین جهت و به سبب بـعـد ورثـه عـصـبـات کـه در موضع باقرپور سیورائی بودند تمام املاک موروثهٔ شیخ مذکور از دیهات معاش وهر اجـنـاس اثـاث الـبیـت به حیله و خیانت در تصرّف شیخ عمر مرحوم مذکور درآمد و اکثری مال در خرج متعلقان خـود آورد. چـون بـه خـانـهٔ شیـخ اسـد عـلـی مرحوم [۱۰ الف] دختر پیدا شد –که والدهٔ ماجده این فقیر است– حضرت والد ماجد قبله گاه بعد فراغ تحصیل علوم در ملتان، به موجب وراثت عصبویت آن را به عقد نکاح خود آوردنـد و آنـجـا تـوطـن نـمـودنـد. آنـچه از املاک موروثهٔ حضرت والده ماجده باقی مانده بود در قبض خویش آوردند.

آنچه[کذا:امّا] شیخ عمر مفتی، تحصیل علم تابه مطوّل کالحفظ داشت و در فقه نحریر عصر بود و اقوال لـطـائف و سـخـنان ظرائف شیخ موصوف در این دیار و نواحی ملتان بسیار معروف است، امّا اشتغال [۱۰ ب] به بـدعـت[و]در شُـرب مسکّرات مبتلا بود و چهل روز قبل وفات تائب شد. باعثش آن که، در خواب دید که پیش حـضـرت امیـر الـمـؤمـنیـن عمر ابن الخطاب رضی اللّٰہ تعالی عنه وی را بردند. حضرت فرمود: "نام چه داری؟" گفت:" عمر!" فرمود:" می دانی که حضرت وقتِ تحریم خمرچه گفته بود؟"[گفت:]" آری، انتهینا یارسول اللّٰہ فـرمـوده." فـرمـود :"شـرم نمی داری که نام تو عمر است و انتهاء نمی کنی؟" گفت:" انتهینا انتهینا." همین لفظ گـویـان بیـدار گشـت. وقـت سحر بود، همان ساعت غسل نموده آلات بدعت منکسر ساخته [۱۱الف] به ذکر خدا تعالی شاغل شد. بعد چهل روز به همین منوال تائب البال سفر آخرت کرد.

و حـضـرت مـولـوی عـبـدالـلّٰہ موصوف به کنی– که والد جدّهٔ حقیقی این ضعیف است– بعد از فراغت تـحـصیل فنون علمیه واتّصاف به کمالات بشریه عزیمت دارالخلافه بلدهٔ دهلی فرمود. در آنجا بعدِ وقوع بسیار مبـاحـثـات و مـعـارضـاتِ معقولی و منقولی با فضلای عصر، از جانب سلطان اورنگ زیب بسیار اکرام و احترام

یافت و بہ فرمودۂ پادشاہ منصب [۱۱ ب] امارت هفت هزاری با زنجیر فیل سواری اختیار نموده درآن بلاد اقامت پذیر گشت و تصنیفات فائقه وتعلیقات لائقه نیز دارد. چنانچه مناراصول در شکارپور نزد قاضی محمد سندهی– که از اکابر علما بود، تحصیل در ملتان کرده و بعضی رسائل از حضرت قبله گاهی نیز تلمّذ نموده– به نظر آمده و قبر مرحومش دربرهان پور متصّل قبر مصنفِ کتاب مفتاح الصّلوة است. گویند که عزیزی از اقارب به سبب حقد و حسد زهردهانید. هکذا سمعت واللّٰه اعلم. و عقب ایشان سوای جدّه مذکوره نیست [۱۲ الف].

و حضرت مولوی شاه محمد مرحوم مذکور اکتساب کمالات عقلیه و نقلیه اکثر در بلدۂ ملتان حاصل نموده. به امداد فائض حقیقی در آوان تحصیل برتمام اعیان افاضل سبقت برده. گویند که از جناب حضرت خواجه خضر علیه السّلام استفاده یافته. و چند روز حالت مجذوبی برایشان وارد شده و در آن حالت بسیار از دقائق و حقائق علمی ای که مخفی می داشتند، اکابر عصر مستفید گشتند چنانچه مولوی عبدالحمید شرح هدایه حکمت وغیره سبقًا سبقًا درآن حالت [۱۲ ب] مجذوبی تلمّذ نموده. واقویٰ دلائل برخبرت کامله وفضل کمال ایشان آن که، مولانا عمّی حضرت مولوی غلام مصطفی مرحوم مغفور باوجود چنین فضل و کمالیت خود، مدح علوم وجودت طبیعت عالیه ایشان مالا مزید علیه به قلم آورده .کما عرفت. و نیز حضرت اوستاذی، اوستاذ الفضلا و مستند الاجلا، مولانا حضرت حافظ محمد اسماعیل قدس سرّه که در زمین ڈیره غازی خان سکونت داشتند، برفضلای مدرسین بلاد ملتان و ڈیره بکهر– لمن رأیناهم وسمعناهم– فائق تر بودند. [۱۳ الف] در حینی که تلویح و شرح مواقف از خدمت ایشان تلمّذ می نمودم هر وقتی که ذکر مولوی موصوف می فرمود تعبیر به" بحر موّاج "[می کرد] و کفی به فضلاً. چون در لوهری تشریف بردند، آنجا مخدوم روح اللّٰه روحه که از اکابر علما و افاضل فضلای آن دیار بود، به مرتبتی که تمام متون تحصیلی لفظًا و معنًا در حفظ داشت، متصدی مباحثه و معارضه مولوی موصوف گشت از هراَسوَله وشبهاتی که مرکوز خاطر داشت، جواب شافی یافت و به فضل ومزیّت ذات شریف ایشان اعتراف نموده. ایشان در شأن مخدوم فرمودند که" طالب علمی است تیز طبع." و مخدوم آداب نیاز بجا آورده [۱۳ ب] شکرانه نمود که از مثل این علّامۂ نحریر به این خطاب مستطاب سرفراز شدم. و به تقدیر الٰهی در شهر لوهری وفات یافتند. و بعد وفات برادر حقیقی ایشان شیخ محمد مقیم –که الحال نبیرۂ وی نصیر محمد نام موجود است و رسائل فارسی می خواند– از آنجا انتقال نموده به باقرپور آورد. و قبر ایشان نزدیک شهر باقرپور، که بالفعل خراب افتاده، در موضعی که معروف به آستانه است و به جنب شرقیه قبرایشان شیخ نصیر محمد –والدش– مدفون است. رحمه اللّٰه تعالی.

و بسیار کس از ایشان استفاده یافته:

– مولوی شاکر محمد چنجن که مرد متدیّن [۱۴ الف] و صالح متقی و عالم عامل بود، در نواحی موساکن از خواص شاگردان ایشان بود، لهذا مردم چنجن ادب واکرام خاندان ما مرعی می دارند.

– و مولوی محمد اکرم ساکن راجن پور متعلقۂ سیت پور که از اعیان افاضل بود هم از ذات ایشان

استفاده یافته. و از عقب ایشان یک فرزند شیرخواره مولوی گل محمد مرحوم ماند، به اهتمام وسعی تمام والدهٔ ماجدهٔ خود به ملتان سفر کشیده،در اندک مدّت کتب متداوله را تحصیل نموده توغّل در مطالعه کتب منقوله و معقولهٔ موروثه داشت. و در اوائل بعضی رسائل صرف ونحو از خدمت مولانا عمّی مذکور [١٤ ب] تلمّذ نموده. اوّل در بلدهٔ بهادرپور –که قریب بُهٹه واهن است– درس می نمود و آخرًا در بلدهٔ احمد پور– که به سرحد شمالی سیورائی واقع است– سکونت داشت و به درس فقرا و قریش برادری خود هم مشتغل. و در ١١٩٤ھ وفات یافت. [فقیر]درآن وقت حاضر بود. چون به نزع روح قریب رسیده، برخاسته و وضو نمود. در قص شارب واظفار وغیره لوازم تطهیر سعی نمود. یک دو ساعت به مردم حاضرین وآنان که بروی به جهت عیادت وارد می شدند، تلقین ذکر حقّ تعالی واجازت ادعیهٔ ماثوره می داد، بعده از دخول وقت نماز ظهر [١٥ الف] استفسار کرد و خاصه متوجهِ این فقیر شد که تو عالمی و این وقت شهادت عالمی می باید. وقت نماز آمده یا نه؟ گفتم: نه. پس متوجهِ قبله بخسپید و به ادعیهٔ ماثوره و کلمهٔ طیّبه شاغل شد تاجان شیرین به حقّ تسلیم نمود. و قبرش در احمدپور، متّصل فرزند کلانش محمد احسن نام، که تحصیل تمام کرده بود ،بر دروازهٔ مسجد مدرسهٔ خود است.

– و دو فرزند دیگر وی، دوست محمد که مطوّل می خواند؛ و عبدالرشید که تا به قطبی رسیده بود در آوان شباب فوت شده به جنب پدر بزرگوار مدفون اند.

– ویک فرزند دیگر، شیخ محمد هاشم [١٥ ب] موجود است که پسران وی رسائل صرف و نحو می خوانند. اللّٰه تبارک و تعالی درآن و در اولاد ما وبرادران ما برکت اندازد.

و مولانا عمّی مولوی عبداللّٰه مرحوم مذکور در باقرپور در موضع آستانه مذکوره به جنب غربیه قبر مولوی شاه محمد مرحوم مدفون است و فرزند ایشان غلام مرتضٰی نیز در[سن]صغر وفات یافته به پهلوی ایشان مدفون است ازوی عقبی نمانده. رحمه اللّٰه تعالی.

و مولانا عمّی مولوی عبدالرحیم مرحوم مذکور در ملتان اکتساب علوم نموده بعضی کتب از شیخ عمر مفتی واکثر از [١٦ الف] مولانا حاجی یار محمد مدرس ملتان تحصیل نموده، از فضلای عصر شدند. طبعی عالی و ذهن کامل داشت و تفسیر بیضاوی در حفظ[کذا:حافظهٔ] ذات شریف ایشان بود. از خدمت برادر کلان حقیقی، مولوی غلام مصطفی مرحوم بسیار مستفید گشته. و صاحب تقوی[بود] و جرأت تمام داشت. با علمای رفضه در مجلس طهماس خان –که از نادر شاه پادشاه رافضی سردار و نائب در شکارپور ملک سند بود– بسیار مباحثات فرموده و بی تحاشا باآنها گفتگو ساخته، به امداد حقّ سبحانه تعالی آنها[را] ملزم ساخت [١٦ ب]. وبسااوقات از جهت وفور تورّع و حمایت دین قویم، طریقهٔ اجتناب به اقویای روزگار می نمودند به احیای مراسم ملّت حنفیه ذیل شریف مشمر داشت. ویکی از علوّ همتی ایشان آن که به وعظ و بلاغ مردم اعیان و فقرا راجمع نموده، بتکدهٔ کلان واقع بهُٹه واهن که از احدی حکّام اسلام به آن تعرّض ننموده و در وی کفّارِ فجّار و برهمنان

غلوّ می داشتند باوجود مخالفت حکّام –که درآن وقت صوبه داری کوڑا مل کافر بود– منهدم ساخت و کفرۂ فجره بعد وقوع حرب بعضی مقتول گردیده [۱۷ الف] و بعضی گریز پای شده و اصنام تمامه بشکستند. تاحال از آثار ان عمارت بتکدۂ منکسرۂ منهدمه باقی است.

درآخر عمر به سبب خشک آبی در موضع کاونی ناحیه باقرپور،[در] زمین موروثه، چاهان احداث نمود و در[کذا:به] باقرپور انتقال نموده به بالای سیورائی– موطن قدیم– مکان های سکونت و مسجد قدیم که منهدم شده بود[بنا کرد].هر دو قبر شریف جدّ بزرگوار حضرت قطب الوقت مخدوم تاج الدّین شهید و مخدوم عزیز خطیب قطب تعمیر فرموده چند مدّت سکونت [در]آنجا اختیار فرمود و دراین [۱۷ الف] اثنا آنچه شرور بدعت شُرب بنج و ضرب طبول واختلاط نساء مع الرجال– که جهال به زیر قلعۂ سیورائی برمقبرۂ شیخ موسٰی برسبیل عادت مستمره می کردند– منع فرمود و منکسر ساخت. بعد چند روز به جهت کثرت شوق تلاقی برادر حقیقی خود– اعنی حضرت والدی قبله گاهی– و به واسطۂ تشویش طبع از عداوت معاندان بمع قبائل به ملتان رفتند وآنجا به تقدیر الهی به دارالبقا رحلت فرمود در ۱۱۷۱ھ.

بعد وفات از آنجا نقل کرده بالای سیورائی به جنب قبر حضرت مخدوم تاج الدّین شهید جانب غربیه دفن کردند رحمه اللّٰه تعالی. وقبل ایشان هیچ قبری– سوای دو قبر مخدومین قطبین– نبود. و قبر یک فرزند کلانِ ایشان محمد نبی نام به جنب قبر شریف مخدوم عزیز قطب جانب شرقیه واقع است و دو فرزند ایشان مولوی احمد نبی و شیخ منصورموجود بودند. سبحانه تعالی در آنها و در اولاد ما برکت اندازد.

و مولانا عمّی حضرت مولوی غلام مصطفی مرحوم مغفور درخُرد سالگی به واسطۂ رشک و غبط کمالیت علوم ابنِ عمّ خود– مولوی شاه محمد مرحوم– به ملتان آمد. تمام کتب تحصیل عقلیه و نقلیه به کسب آورد. اکثر علوم از خدمت مولانااستاذ الکلّ حاجی یار محمد مرحوم –که در عرف گاذر بودند وهزارها مردم ازبرکات ایشان از رجس جهل و درن ضلالت نظافت و طهارت پذیر شدند– تلمّذ نموده و فنون غریبه و مشهوره به حسب طاقت بشریه حاصل نمودند.

و انتقاد طبعیت و حافظه به حدّی بود که می فرمود از ابتدای صرف بهایی تا عضدی هر سبق اوّلش و آخرش محفوظ است. و در حسن تقریر و لطافت تحریر و سحر بیانی و نظم [۱۹ الف] معانی بیعدیل از اعیان افاضل روزگار و مشارٌ الیه به بنان بود. تلقاة العلماء فی هذالبلاد بالحسن والقبول.

و مباحثات علمیه با فضلای عصر در مجلس نواب عبدالصمد خان بسیار به وقوع آمده و مدام گوی سبقت نصیب حال ایشان می بود.

و گفتار ایشان مشحون بود به نهایت ظرافت و حلاوت. اگر به زبان پارسی کلام منساق شدی حاضرانْ اصلِ ایشان فارس تصوّر می نمودند. اگر به زبان عربی کلمات ملفوظ کردی، خالص قح عرب معلوم شدی. و در لسان ایشان حقّ سبحانه تعالی تأثیر و قبولیّت [۱۹ ب] چندان القا فرموده بود که نیک و بد و شریف و

وضیع، ذات شریف ایشان را محبوب داشتی. معهذا جرأت و جسارت طبع و راستگویی ایشان جبلیه ایشان بود که از احدی قویّ جبّار ترس جان نداشتند.

نقل است که روزی نواب عبدالصمد خان چند فضلای عصر جمع نمود. به ذات شریف ایشان به حضور خود مباحثه و مناظرۀ علمی انداخت. ایشان در اثنای اشتغال به قیل و قال، به واسطۀ جولانِ طبیعت و عادت و ... مسند و بالین نواب را [۲۰ الف] برهم نموده، پشت خود را به نواب کردند. نواب گفت که این مولوی [به]چشم ایشان به وهم حقارت رخ به نواب آورده. فرمودند :"هر که به حقارت در علما نظر بکرد زنش را طلاق افتد. برخیز تجدید نکاح کن." این لفظ برزبان گوهر افشان رانده به همون منوال در مناظره بلاتحاشی مشغول ماندند. نواب عذر خواهی نموده گفت: واللّٰه، باللّٰه، معاذاللّٰه، من حقارت نکردم، غرضم آن که التفات شمابه من شود. ایشان در جوابِ نواب[با] عذر خواهی و تملّق جویی فرمودند [۲۰ ب] که اگر همین نیّت داشتی زنت را طلاق واقع نشد .و به همون شق به مناظره مشتغل. سبحان اللّٰه! چه جرأت و همّت علمای آن زمان و چه ادب وابهت امرای آن آوان.

روزی در مجلس سردار جهان خان —که از جبّاران زمان بود از طرف احمد شاه پادشاه افغان قندهاری مُلک هندوستان را تسخیر می کرد و در تاراج و اسیری می آورد — همراه مخدوم شیخ را جو سیّد بخاری —که آن زمان حاکم سیت پور بود — مولوی مرحوم حاضر بود که علی مراد خان — از سرداران قوم داد پوتره — را [۲۱ الف] آورده برای ملازمت ایستاده کردند. سردار به چشم غضب در وی نگریسته گفت که" چه رسمِ بد شما واقع است که چون ما می آیم زنان[و] بچگان خود را کشته می گریزید آخر ما مسلمانیم، اگر زنان شما به دست ما آید چه خواهدشد؟ به کدام ملّت کشتن اینها روا است؟ "کس را یارای جواب آن نبود. همه اکابران اعیان حاضران لفظ تقصیر به زبان راندند. آنگاه مولوی معظم مانند شیرغران به جولان آمده جوابش داد: "ای سردار !کشتن اینها در شرع انور جائز است. [۲۱ ب] در فتاوی تاتارخانیه آورده هر که از خوف ظالمان و کافران زنان خود را بکشد و سوزد جائز است." سردار گفت که" ما ظالمیم و کافریم؟" فرمودند: "آری." گفت: "مابندۀ شاهیم." "شاه ما ظالم و کافر است" فرمودند و حُجج و بیّنات عقلیه بر اثبات دعوی خود آغاز نهادند. هر چند سردار را درین باب خشم و شورش افزود، از استقلال حال واستدلال مقال ایشان یک ذرّه متفاوت نکرد. آخرالامر سردار علوّهمتی معائنه نموده طریق عذرخواهی درپیش نموده آداب خدمت بجا آورد [۲۲ الف].وحکایات سبقت در آیات و متانت مقالات ایشان درین بلاد متواتر المعنی است— جعل اللّٰه تعالی آخرعمره خیرا من الاولی—

فی الجمله از اجلای فضلای عصر واز عاملان مخلص بود وهم از مدارج سلوک قولاً و فعلاً از خدمت مربّی کامل، حضرت سیّد موسیٰ جیلانی حظّی تمام یافت واکثر اوقات رطب اللسان به ذکر الهی شاغل. و در ۱۱۷۶ھ تخمیناً به اوچ متبرکه به دارالآخرت [۲۲ب] خرامیدند — رحمة اللّٰه تعالی رحمةً واسعةً—

وکتب علوم مشهوره و غریبه بسیار به دست آورده بودند اما فرزند ایشان ضایع [نمود]. حال نبیرهٔ ایشان موجود اند.

و حضرت قبله گاهی والد ماجد مولانا مولوی محمد عابد- تغمد اللّٰه بغفرانه - در حالت صغر از باقرپور به ملتان آمده اکتساب علوم نمود و عضدی تمام در خدمت مولوی حاجی یار محمد مدرّس ملتان تلمّذ نمود و هیچ دقیقه ای از دقائق فنون کسبیه فرونگذاشت. هما نجا به وراثت توطن فرموده وآنچه از متروکهٔ شیخ [۲۳ الف] اسداللّٰه شهید باقی مانده بود - از مکانها معمره و زمین مدد معاش - به تصرّف آوردند.

چنان ذهن عالی و حافظهٔ کامله داشتند که باوجود اشتغال اکثر احوال به علائق دنیاوی به سبب عوائق زمانه در هر محفلی از محافل علوم گوی سبقت می بردند.

بعدِ وفات برادران حقیقی و حصول ملالت به سبب ورود حکّام افغانیه از ملتان انتقال نموده در اوچ قادریه اقامت پذیر گشتند. در خدمت و تربیّت [۲۳ ب] اهل و عیال خود واولاد اخوین واخوات و تعلّم آنها سعی می فرمودند و مخدوم المخادیم سند الاقالیم مخدوم گنج بخش صاحب حسنی حسینی جیلانی سجاده نشین، مشکوة شریف تلمّذ می نمود و قبل ازین همین جناب ووالد شریف ایشان مخدوم عبدالقادر از خدمت عمّی مولانا مولوی غلام مصطفی صاحب مرحوم استفاده یافتند.

و چند گاه دربهاول پور اقامت شده بود، بعده تمام تعلقات دنیاوی گذاشته، بنا بر حُبّ [۲۴ الف] وطن اصلی و اختیار عزلت گزینی از اهل دنیا از آنجا کوچیده در باقرپور -که اندکی آباد بود - تشریف بردند و به تعلیم ما فرزندان و بنی الاخوان والاخوات وغیره اندکی شغل فرمودند.

بعد چند ماه به دارالبقا رحلت فرمودند. قبر ایشان درآستانهٔ مذکوره، جانب سرقبر مولوی شاه محمد مرحوم واقع است - رحمه اللّٰه تعالی -ووفات ایشان در ماه شعبان ۱۱۸۲ھ واقع است. تاریخ سال وفات "بجوار رحمت می شد"[۱] [۲۴ ب] و دیگر "وتوفی محمد عابد بمسکنی"[۲] -رحمه اللّٰه تعالی - وبه جنب شرقیهٔ ایشان، قبر شیخ محمد مقیم برادر مولانا حضرت مولوی شاه محمد مرحوم واقع است.

واین فقیر و هر دو برادر حقیقی، در ملتان متولد شده. ووقت وفات حضرت والد ماجد مرحوم برادرکلانْ مولوی ابوالحسن مرحوم قدر پانزده ساله بود[و] قطبی می خواند. واین فقیر قدر سیزده ساله، شرح مُلّا می خواند. به واسطهٔ اشتیاق اکتساب علوم از باقرپور کوچیده در بهاول پور جمعیت [۲۵ الف] پذیر شدم واین وقت بلدهٔ ملتان در تصرّف کفّار سکهان- قاتلهم اللّٰه تعالی- آمده بود. به توفیق رحمانی هر سه برادر مؤلف الفواد و متحد الکلمات شده، دراکتساب علوم باوجود خدمت اهل و عیال سعی نمودیم و تحصیل را تا شرح مواقف -که بالفعل فی دیارنا غایتِ تحصیل است- رسانیدیم. سبحانه تعالی سعی این مساکین را مشکور فرمود. فللّٰه الحمد والمنّة. واز علوم غریبه هئیت و حساب واصطرلاب و جفرنیز [۲۵ ب] بهره ورشدیم. و بسیار کس

از اعیان بلده وابناء السبیل در بهاول پور از ماکتب متداوله تلمّذ نمودند والحمدللّٰه که او سبحانه تعالی بعدِ وفات حضرت قبله والد مرحوم مغفور تاالیوم تساوی الفت ووداد واتّحاد مسکن و معاش و مجاوری مسجد اندک بسیار واکتساب علوم کیفیةً و کمیةً نصیبِ حال اخوان حقیقی عطا فرموده. فللّٰه الحمد مالم یستطع احصاءُ محص. وهمچنین اتفاق وفاق در آفاق نادر افتد.

بعد چند سال به حیثیت فرط اشتیاق [۲۶ الف] وطن مألوفه لاسیما زیارت تربت مرحومهٔ حضرت والد قبله، اتفاق ارتحال در ۱۱۸۸ از بهاول پور [به]جانب باقرپورافتاد و این زمان نیز ملتان در تصرّف سکهان بود وبه سبب ویرانگی شهر باقرپور در بلدهٔ فاضل پور که عوض باقرپور پنج شش کروه جنوب رویه علی مراد خانِ مذکور بنا کرده بود، جمعیت پذیر شدیم. وآنجا نیز بسیارکس از اخوان وغیره به کتب متداوله استفاده یافتند وآن وقت حاکمان آنجا پسران علی مراد خان– سکندر خان و میر محمد خان– بودند. حسن خدمت و آداب نیاز بجاآورده [۲۶ ب] قدری از علم دینی نیز بهره ور می شدند.

و در ۱۱۹٤ھ این فقیر و اخوی مولوی شیخ فرید، جریده طور، طرف تیمور شاه پادشاه –که به فتح ملتان آمده بود– رفتیم. هژده روز محاصره ماند، بعد سبحانه تعالی در دل های کفرهٔ فجره رعب انداخت باستیما بیرون شدند. ملتان باز در تصرّف اسلام آمد. فللّٰه الحمد. چند روز در ملتان تجدید اسناد ملک املاک موروثه ساخته به زیارت قبور اجداد بزرگوار مولانا حاجی ابوالفتح مرحوم وغیره متلذّذ شده، باز به مسکن آمدیم. [۲۷ الف]

وبعد چند سال درسنه ۱۲ [؟؟] به سبب خرابی بلدهٔ فاضل پور به واسطهٔ توارد[کذا:تردّد] عساکر افغانی که به ملک سند می رفت قریبًا نه ویک[کذا] میل نزدیک سیورائی برچاهان متعلقه موضع بورک مکانها ومسجد مدرسه بنا کرده "قریهٔ حضرت والا" نام نهاده، نشستیم و جمعیت پذیر شدیم. فللّٰه الحمد. وآنجا به توفیق الهی بسا کس از ابناء السبیل واخوان وجوار استفادهٔ علوم یافتند.

و [از] آنجا به اتفاق قسمت به سبب عداوت حکّام و قتال مستمره قوم داد پوتره فیما بینهم در ۱۲۱۲ھ کو چیده با اهل و عیال و متعلقان در الٰه آباد آمده [۲۷ ب] توطن گرفتیم.

به تقدیر الهی، آنجا، نوزدهم ماه مبارک رمضان ۱۲۱۳ھ اخوی کلان مولوی ابوالحسن مرحوم ندای "ارجعٰی الٰی ربّک"[فجر،۲۸] شنیده، به دارالبقا سفر کشیده و به مقتضای "کُلُّ اخ یفارقه اخوه " داغ فراق برسینهٔ ما نهاده. رحم اللّٰه علی تربته وادخله اللّٰه معنافی جنة. ووقت وفات باوجود شدّت مرض چنان به ذکر کلمهٔ طیّبه مشغول بود که آواز آن، جماعتِ بیرون حویلی مسموع می کردند. [در] همین حالت جان شیرین به حقّ تسلیم نمود. و قریب شهر،بین المغرب والشمال، [۲۸ الف] به مقبرهٔ مسلمانان مدفون است وآنجا مسجد پخته و چاه برای ثواب وضو و نماز و شُرب واردان بنا ساختیم. والقبول من اللّٰه تعالی.

واخوی مولوی مرحوم به امدادِ الهی طبع عالی واشتعال کمال و جرأت موروثه داشت و در محافل

علمیه به مناظرۀ دلیر و عبارت معضله به احسن وجوه از ذات ایشان منکشف می شد. حال دو فرزند ایشان –بارک اللّٰه فیهما– موجود اند. محمد عابد موسوم به نام جدّ خود صرف می خواند و مؤمن علی قرآن می خواند. بالفضل الهی طبعش [۲۸ ب] نقّاد است.

و اخوی مولوی شیخ فرید –بارک اللّٰه تعالی فی عمره مع العافیة– طبع ازکی و حافظۀ اقوی دارد و مُدام در مجالس علیه و محافل علمیه[گوی] سبقت برده و تحریر مسائل وردّ شبهات که برحواشی واکناف بعضی کتب منقولی و معقولی ثبت نموده که در غایت لطافت واقع است. فللّٰه الحمد. وفرزند کلان وی محمد علی صرف می خواند. –بارک اللّٰه تعالی فیه مع اخویه الاصغرین وادام تربیتهما فی ظلّه–

واین فقیر نیز بسیار تحریر برمسائل معضله و برکتب [۲۹ الف] متداوله نموده و حواشی قال اقول و حاشیه برشیخ الاسلام تلویح و شرح خلاصة الحساب به اسم لباب و شرح محمد معما و تحفة الرسول فی شمائل الکریمه علی صاحبها افضل الصلواة والتحیّه وغیره رسائل متفرقه مدوّن ساخته بعضی ازآن به نظر [۲۹ ب] علمای عصر درآمده. برتصنیفِ شروح و حواشی خاطر بسا مائل است اما اسباب مساعدة. رزقنا اللّٰه تعالی العافیة وحسن العاقبة.

و حقّ سبحانه تعالی به کرم خویش اولاد عطافرموده:

– فرزند کلانْ خیر محمد– زاد اللّٰه تعالی عمره وعلمه مع العافیة– در ۱۲۰۳ھ در اوچ بخاریه– که به سبب فرار تیمور شاه و آمدن وی به قلعۀ ڈیراور درمأمن اوچ متبرکه آمده بودیم– متولد شده بود. اکثر کتب متداوله به تأیید الهی ازین فقیر واز عمّ شریف خود حاصل نموده [۳۰ الف] الحال بعون ذی الجلال تلویح می خواند و تقریر و تحریر خوب دارد. فللّٰه الحمد والمنة.

–وفرزند دوم ابوالفتح که در حضرت والا در ۱۲۰۶ھ مرزوق شده، متوسط و ایساغوجی می خواند. بارک اللّٰه فیه ورزقه اللّٰه العلم و العمل.

– و فرزند سوم محمد طاهر که در اله آباد مسکن الحال، در ۱۲۱۳ھ متولّد[شده] است، قرآن می خواند. بارک اللّٰه تعالی فیهم اجمعین.

و باعث شرح بعضی حالات خود محض شکرانۀ بیکرانۀ منعم یگانه ارحم الراحمین است[۳۰ب] که خلف ماهم ملاحظه این نعماء شامله و آلاء کامله نموده
مهماامکن به محامد الهی نامتناهی اشتغال دارند. والحمدللّٰه ربّ العلمین.

واینجا، در شهر اله آباد، انواع بدعت– زراعت بنج و شُرب آن– و رواج امکنۀ بدعت و خمرخانه و قحبه خانه و رواج مراسم کفر– از هولی و کیرتن مورتی– و خمار[کذا:قمار]بازی وغیره و فسق و فساد، بیشتر از دیگر بلاد این نواحی متمکّن بود. سبحانه تعالی به خاطر امیر الاسلام محمد بهاول خان سردار قوم داد پوتره[۳۱الف] –که تاپاک پتن وناحیۀ ملتان[و] ڈیره متصرّف است– الغا نموده، به پاس گفتۀ ما فقرا الی اللّٰه

همهٔ بدعت های قدیمه آنجای را منمحی ساخته [۳] چنانچه دائرهٔ بدعت خراب و امکنهٔ لولی ها، شرابخانه و قمارخانه و خمرخانه مضمحل ساخته وفسّاق واوباشان منفعل و هنود از کیرتن و هولی وغیره شور و شغب ممنوع اند. و مسجد عالی و گنبدی منیع بنا شده. فلله الحمد نصرالله تعالی من نصر دین سیّدنا [۳۱ب] وسیّد الانبیاء والمرسلین صلی الله علیه وسلم.

وجدّ حقیقی ما– قاضی محمد عادل مرحوم– تحصیل تا مطوّل داشت وفقیه و متورّع بود. قبرایشان درسیت پور واقع است.

و برادر کلان ایشان قاضی امام الدّین بود، از علوم شرعیه بهره ور و جری الطبع. در محافل کلام ایشان دلیری و علوّهمتی منقول است و قبرش در باقرپور است. ویکی ازفرزندان وی قاضی کریمداد –که [در] علوم فقهی دسترس خوب داشت و کتب عربیه تا به مطوّل [۳۲ الف] تحصیل نموده– از طرف سلطان دهلی محمد شاه پادشاه چغته منصب قضای پرگنهٔ اوچ گرفته در اوچ مغلیه توطّن نموده. وآن وقت اوچ قادریه و بخاریه حکومت نداشت. معیشت مشیخیت و پیرزادگی می نمودند و چند ایام مولانا عمّی مولوی غلام مصطفی مرحوم به سبب ملالتی، قاضی کریم داد مرحوم را معزول گردانیده رقم قضا به نام خود حاصل نمودند وبعده از جهت تورّع و ننگ برادری و صله [۳۲ ب] رحمی باز قضا به وی تسلیم نمودند. و قبرش در اوچ قادریه، [به]جانب شمال قبر مولوی غلام مصطفی مرحوم واقع است. وحال یک نبیره اش شیخ محمد عالم موجود است. و هم چنین اکثر اشخاص دیگر از قبیلهٔ قریش باقرپور از علم قلیل و کثیر بهره یاب بودند و هستند. الحمدلله ربّ العالمین اللّهم زد ولا تنقص وارزقنا العمل والتقوی.

واصلِ شجرهٔ ما فقراء الی الله این است:

مسکینان [۳۳ الف] فقیر ابوالحسن مرحوم و فقیر شیر محمد و فقیر شیخ فرید عفی الله عنهم و جعل آخرتهم خیرا من اوّلهم.

ابناء حضرت قبله مولوی محمد عابد مرحوم مغفور
ولد الشیخ الصالح قاضی محمد عادل
بن شیخ کریمداد
بن شیخ الفاضل شیخ حسام الدّین
[بن] الشیخ الفاضل العامل شیخ محمد الشهیربشیخ شیخن
بن الشیخ العالم محمود
بن الشیخ الفاضل شیخ بهده
بن الشیخ العارف شیخ حسام الدّین

بن الشیخ العالم احمد

بن الشیخ القاضی [۳۳ب] صاحب الکرامات شیخ محمد مراد

بن الشیخ الزکی شیخ بهاء الدّین

بن الشیخ العالم شیخ فخر الدّین

بن شیخ المتّقی شیخ محمد شریف

بن الشیخ الولیّ الکامل شیخ محمد تاج الدّین شهید

بن الشیخ العالم العارف شیخ محمد

بن الشیخ الفاضل شیخ ابراهیم

بن الشیخ العارف الکامل شیخ الفاضل شیخ ضیاء الدّین

بن الشیخ العارف الفاضل شیخ همام

بن الشیخ العارف [۳۴ الف] الکلامل رضی الدّین حارث

بن الشیخ الشریف العارف شیخ علی

بن شیخ الادیب العارف الکامل ابواسحاق

بن شیخ الشریف الادیب امیر المؤمنین محمد مهدی

بن امیر المؤمنین ابوجعفر منصور

بن الشریف الادیب العارف محمد

بن العارف الکامل زین الزهاد الملقّب بسجاد علی

بن رئیس المفسّرین، رأس المجتهدین، ترجمان القرآن، حبرالامّة، ابوالعباس عبداللّٰه

[۳٤ ب]بن عمّ خیرالناس، ابوالفضل عباس

بن رئیس القریش عبدالمطلب

بن سیّدالقریش هاشم –جدّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم– رضی اللّٰه تعالی عنهم و عن اولادهم اجمعین.

ووالدهٔ قاضی محمد عاقل صاحب، [دخترِ؟]رئیس الاولیاء شیخ حسن عباس سکنه ماتهیله بود.

و شیخ حسام الدین: والدهٔ ایشان صدّیقه بود از قریشان موضع کهنڈی که متعلق به اوباوڑه است. [۳۵ الف]

و شیخ محمود: والدهٔ ایشان از قریشان ماتهلیه بود.

و شیخ بهده: والدهٔ ایشان از ڈهران قصبهٔ اوباوڑه.

و شیخ احمد: والدهٔ ایشان از پیے پیے پور قصبه بود، از اولاد حضرت علی رضی اللّٰه تعالی عنه.

و شیخ محمد مراد: والدهٔ ایشان قریشیه قاضیه بود، از نواحی سیوستان.

و شیخ تاج الدّین شهید: والدهٔ ایشان اسدیه و داماد مخدوم المخادیم مولانا عزیز خطیب قطب صاحب

قلعۂ سیورائی [۳۵ ب] مدفون نیز همراه مولانا مخدوم عزیز– پدر عروس خود– اند.

و شیخ ابراهیم: والدۂ ایشان قریشیه حارثیه بود.

و شیخ بهاء الدّین: والدۂ ایشان قریشیه زبیریه بود.

و شیخ ضیاء الدّین: والدۂ ایشان عمریه بود.

و شیخ رضی الدّین حارث: والدۂ ایشان از اولاد عثمان بود –رضی اللّٰه عنهم–.

هکذا وجدته بخط السلف اولی الالباب وهو تعالی اعلم بالصّواب.

وشیخ تاج الدّین شهید از اکابران زمانه وواصلان [۳۶ الف] یگانه و ولیّ کامل بود و در فنون شرعیه وعلوم عقلیه و نقلیه کمالی اتم داشت ازهر فن. بالای قلعۂ سیورائی درس می فرمود چنانچه آثار مسجد ایشان تاالیوم باقی است که همانجا مولانا عمّی مولوی عبدالرحیم مرحوم مسجد بنا نموده. و ذات شریف در غایت تقوی موصوف بود. مباحثه و قیل و قال ایشان با مولانا شیخ صدرالدین صدر جهان و مولانا شاه رکن عالم منقول است. و مع هذا جهاد فی سبیل اللّٰه [۳۶ ب] می کردند تا که درجۂ شهادت یافتند.

واز ایشان نقل کنند که می فرمود که سبحانه تعالی در اولاد ما شرف علم و بلاغت –که بهترین شرفها است– عطا خواهد فرمود و ظلمت جهالت– که بدترین ظلمتها است– در نسل ما مستولی نخواهد شد. آمین تقبل اللّٰه تعالی بفضله.

و رفعت شأن و علوّ مرتبۂ ایشان از بیان قطب زمان، حضرت مخدوم جهانیان قدس سرّه که [در] اوّل خزانۂ جلالی[۴] است– معلوم می شود. خلاصه اش این است: [۳۷ الف]

الهی به حرمت و برکت پیران سیورائی مرابخش کن.(بعده به تفصیل پیران سیورائی [را] بیان فرموده.)

الهی به حرمت و برکت پیر شیخ تاج الدّین شهید.

الهی به حرمت مخدوم عزیز خطیب قطب الشهید.

الهی به حرمت حاجی محمد بغدادی.

ظاهرًا همین معلوم می شود که جانب شرقیه نزدیک سیورائی قبری[که] معروف به حاجی عراقی است– یُزَارُ وَ یُتَبَرّکُ– به امام شیخ چهارم محقق نمی شود. گویند بالای سیورائی [۳۷ ب] جنوب رویه شرق مائل است– واللّٰه اعلم بحقیقة الحال–

و مولانا عزیز خطیب قطب مربّی کامل وعالم نحریر و ......[۵] در نسب شریف ایشان از دانست آنها می شود [؟!]چون اسد بن هاشم اولاد ندارد. این افترا محض شد. جنب اللّٰه شیخ المسلمین من هذا لطعن الخبیث.

وبابت مهر[؟] گفته شود شاید جهت هاشمیت یکی از امّهات از آباء ذات شریف غوث الاسلام یا سجاده نشین باشد[۳۸ الف] نه از جهت ابوّت که جهّال فهمیده اند......[۶] چه اولاد......[۷] به وجود نیامده کما حقق

وقطبیت و غوثیت این ذات شریف...... [8] صدر الافراد ابوالمغانم محمد صدرالدین و سیّدالاولیاء...... [9] فیض اللّٰہ شیخ رکن الدّین –قدس سرّہ وافاض برکاتھم– ثابت به تواتر است واز مناقب ذوات شریف همین بس است که ذات شریف قطب العالم، نتیجهٔ سیّدالکاینات، جلال الدّین حسنی الحسینی البخاری مرید ذات اقدس [۳۸ ب] شیخ الاسلام والمسلمین است، و ذات قدسی صفات مخدوم جهانیان مرید شیخ حضرت رکن العالم قدس سرّہ است. و تاالیوم سجاده نشینان اوچ متبرکه جیلانی را در خدمت سجاده نشینان حضرت غوث الاسلام مخدوم بهاء الدّین زکریا ملتانی صدق ارادت و خلوص...... [10] مرکوز خاطر اند. [11]

حواشی

۱. کاتب یا مؤلف مادّهٔ تاریخ را برابر با ۱۱۸۲ه دانسته، در حالی که این برابر است با ۱۲۱۴.

۲. کاتب یا مؤلف این را نیز برابر با مجموعهٔ اعداد ۱۱۸۲ حساب کرده، امّا مجموعه اعداد این مادّه ۵۸۳ می شود.

۳. بدلِ آن در حاشیه: خواسته

۴. در اصل: خزانهٔ جیلانی

۵تا۱۰. دراصل: نانوشته و نقطه گذاری شده.

۱۱. ترقیمه: تمّت بالخیر، ننگِ اسلاف، اختر عفی عنه اله آبادی، ٢٦ اکتوبر ١٩٤٢ء

Abstract

This is a biographical dictionary of an Abbasi Qureshi family, settled in a small town Baqirpur Sewrai. Its members lived in various cities and towns of South Punjab and carried on their family traditions of teaching, writing and scholarship till the nineteenth century. Maulvi Sher Muhammad Qureshi Baqirpuri had compiled a biographical dictionary of this family in 1803. Its manuscript is possessed by Mian Masud Ahmed Jhandeer and is available in his library situated in Sardarpur, Jhandeer, Melsi, District Vehari.